

V5201

9-12-29

Title - AUDADT A2.12.

Creator - Ghulam Haider Khan.

Publisher - Mattoo Murski Mawad Kishoreo Lucknow

Date - N/A.

Pages - 104

Subject - Urdu Magazine.



مطبع گری منشی فی المین رحمتی بیانی حقیقی

(02)

11/11/11

11/11/11
11/11/11
11/11/11
11/11/11
11/11/11

DE ACCESSION

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U5201

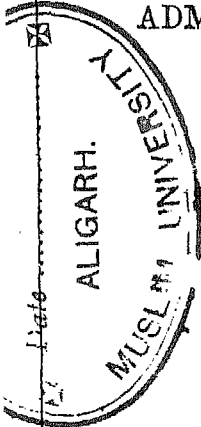
CHECKED-2002

11/11/11

11/11/11

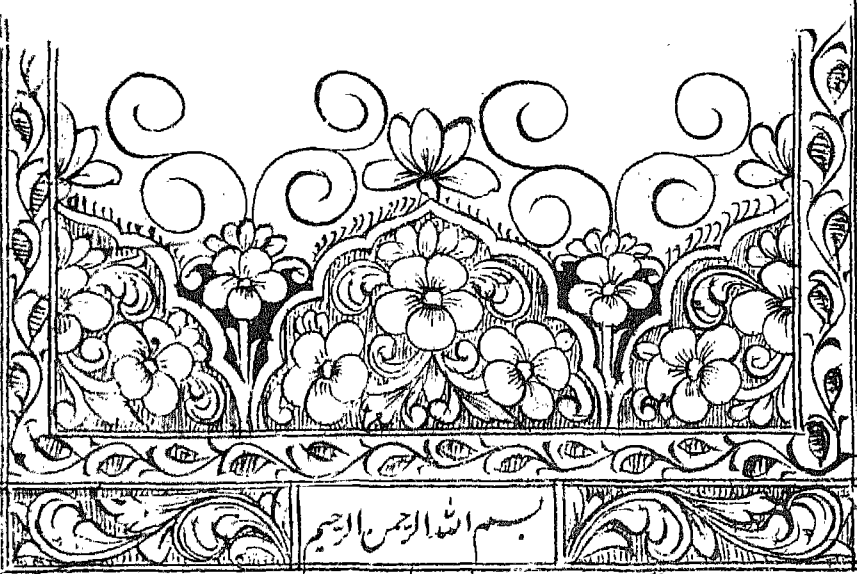
TO
The Honorable Sir George Everest Wilson Cooper Bart.
C. B., K. C. S. I., C. I. E.
LATE LIEUTENANT GOVERNOR N.-W. P.
AND
CHIEF COMMISSIONER, OUDH.

THIS WORK
IS
WITH KIND PERMISSION DEDICATED
AS A HUMBLE TOKEN
OF
ADMIRATION FOR EXCELLENT RULE
AND
GOOD ADMINISTRATION
BY
SYAD GHOLAM HYDER KHAN.



بجناب علی القاب

کیوان رفعت فستری تدبیر بہرام صولت فہلک تدبیر جناب نواب سر جہاج کوہ پر بیر و نٹ
سی بی کے سی ایس آئی سی اسی سابق لفٹنٹ گورنر مالک مغربی شمالی وچیت کشتراو
اس کتاب محقر کو
نواب ممدوح کی عنایت آمیز اجازت سے بطور ولی تعظیم آنکی حسن حکومت کے
اور ایک نیاز مند انہ نشانی کے مخصوص کیا۔



الہی آشنا سے نام خود گردان رہا ہنم را
 ز بسلم اللہ زینت بخش دیوان بیانم را
 حامداً و معیلاً

ہر فعل کے لیے کوئی علت و کار ہے لہذا جو کچھ میں ان اوراق میں لکھتا ہوں انکی
 بھی وجہ ہونی لابد ہے لہذا پہلے اُسی کو آویزہ گوش صاحبان خرد و سوش کرتا ہوں و اللہ اعلم
 بین جب میں طالب علم تھا اور مدرسہ جیلپور میں پڑھتا تھا جناب مبارک آبادی عمادہ الارکان
 معین الاعیان محسن صدق و صفات مخزن لطف و عطا افضل المحققین جناب مرحوم
 منشی عزیز الدین احمد خان صاحب ہمراہ دائرہ دولت ایربا تو قیر آفتاب نظیہ شہری تدبیر
 حارس حوزہ سلامت عبا و بیچ کن فرقہ کیا و ٹھکان بدنام و فروس نشین خبرل ولیم
 ہنری سلیمین صاحب بہادر کشترا اطراف نربدا اور ایجنٹ گورنر خبرل تبدیل کنند و رئیس
 گوالیار رونق افروز جیلپور ہوئے تو الطاف بزرگانہ جناب ممدوح کامندول طاعن خاکسار
 ہوا بعد اسکے جبکہ میں عدالت فوجداری ضلع مذکور کا سر نشینہ دار تھا جناب منشی صاحب ممدوح
 ضلع و موہ میں ٹوٹی ٹکڑی اور اکثر اسٹنٹ کشتہ تھے اور اپنی ذاتی اور صفاتی لیاقت اور

کمال کارگذاری اور قابلیت سے نہ گورنمنٹ میں صرف لائق تھے بلکہ مدوح خلایق تھے اور اسی اعزاز کے ساتھ شہداء کے آخر تک وسادہ آراء سے حکومت ضلع ساگر میں ہے مگر آخر اپریل ۱۹۴۷ء میں بوجہ اعزاز افرائی جناب فیض آباد میونسپلٹی کا چیئرمین بہادر کشتہر بیسواڑہ اودھ میں چلا آیا تھا اتفاق سے دسمبر ۱۹۴۷ء میں جب بعدہ اکثر سسٹنٹ کشتہر میں ضلع ہروئی اودھ میں تبدیل ہو کر مامور ہوا تو جناب منشی صاحب مرحوم جو خدمات سرکاری سے باغ از تمام سبک دوش ہو کر اپنے وطن قصہ بندیلہ ضلع ٹونکین خانہ نشین اور آسائیش گزین تھے اسی لطف اور عنایت قدیم سے ملے اور اکثر فرمایا کہ مجھ کو ابتداء تعارف میں یہ انتہا معلوم تھی کہ جب میں بوڑھا ہو کر اور پنشن لیکر گھر بیٹھوں گا تو تمکو اپنے وطن اور ضلع کا حاکم پاؤں گا غرض کہ اپنی محبت روز افزون سے ممنون منت و متار رہے اور چونکہ حق تعالیٰ نے انکو فخر میں دولت اولاد سے دل شاد اور آباد فرمایا تھا انکی تعلیم کا نہایت درجہ خیال تھا اکثر مجھ سے فرمایا کہ ان صاحبزادوں کے مطالعہ کے لیے کوئی رسالہ لکھوں مجہ میں اوقات کی قدر اور اسکے حفظ کے خاصکر فوائد بیان کیے جائیں اور اسکے ضمن میں فوائد محنت شعاری اور دیگر مضامین ایسے لکھے جائیں جو بچوں کی تعلیم اور تربیت کے لیے سودمند اور معلمون اور بچوں کے محافظوں کے لیے مفید ہوں اور لڑکوں کو جب وہ فہمیدہ اور سمجھدار ہوں تو نفع بخشین مگر افسوس کہ مجھے بوجہ ضیق فرصت و کثرت کار منصبی جناب مدوح کی زندگی میں نہوسکا کہ تعمیل ارشاد کرتا یا نہ کہ بتاریخ ۱۲ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۳۰ ستمبر جب ۱۹۹۹ء کو یوم یکشنبہ کو بمقام سندیلہ انجمن دارفانی سے منجھ موڑا اور سچ مفارقت میں دوستوں کو چھوڑا اور خبروں کا دل ٹوڑا تب تو مجھ کو خیال تعمیل ایما شریف و بجا آوری اشارہ منیع زیادہ ہوا مگر سنہ ۱۹۹۹ء میں

نہ اٹھایا تھا اور حیران تھا کہ کیونکہ ابتدا کر دین کہ اتفاق سے گھنٹہ گھر کی سیاہ کاری علیہ بنیاد
معلی القاب نجمتہ خطاب امیر کبیر بلال لجام سپہاقتشام عطار و تحریر مشتری تدبیر نوشیروان
نواب آنر بل سر جارج کوپر پرہیز سی بی کی سی ایس آئی سی ای ای اور کونسلیئر قیصر ہند
لفٹنٹ گورنر و چیف کمشنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ شہر فرحت بھر لکھنؤ میں بنیاد پڑی
تو میں نے تسوید ان اوراق میں کوشش کی اور باوجود عدم الفرصتی مثل اپنے نامہ
اعمال کے سیاہ کر کے اوقات عزیز کے نام سے موسوم کیا اور ابتدا سے قصد کیا کہ
صاحبزادگان جناب ہنشی صاحب مرحوم اور آن حضرات کے لیے جگہ گوشماے مبارک میں
گھنٹہ اپنی آواز پہنچا لیکھا کچھ عرض کروں اور آن حکما اور اہل دانش کا جنہوں نے وقت کی
قدر کرنے اور محنت شناسی اور اپنے حوائج کے رفع کرنے کے فصاحت نہایت فصاحت اور
بلاغت سے لکھے ہیں ہمہ صیفیر بنون چنانچہ جہا تک سیدھی سیدھی بول چال میں ممکن ہوا
اور منصبی کاموں سے میرے دماغ کو فرصت اور وقت کو مملت تھی میں نے لکھا تاہم بہت کم
اسید ہو کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز رسا ہوا اور جہاں گھنٹہ کی آواز کوئی نہ سنتا ہو
وہاں سیر لکھنا جائے خیر جو ہو۔ کس نشو و یا نشو و من گفتگو کے سیکھم۔

اقل انخلقت بل لاشو فی الحقیقتہ صانہ اللہ من کل الاشیاء غلام حیدر ابن
المرحوم سید محمد خان بہادر نقوی اجمالیسی۔

۱۱۔ مارچ ۱۸۸۳ء ع مطابق یکم جمادی الاول ۱۲۹۸ھ مقام سلطانپور اودھ

باب اول

خدا یا مطلع انوار رحمت ساز جانم را	کلید مخزن انوار دل گردان زبانم را
سرِ ابا سے دلم را ورنہ نائے خود زبان گردان	بیاد خویش از پاتا بسر کن دل زبانم را

کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

اُن لوگوں کے سوا جو رات کو عبادت میں بسر کرتے ہیں اور نماز شب پڑھ کر اپنے معبود حقیقی کی طاعت میں مشغول ہوتے ہیں اور تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں یا اپنے پیدا کرنے والے کے بھجن گاتے ہیں یا وہ طالب علم جو طلب علم ہی کو افضل عبادت اور بہترین طاعت سمجھتے ہیں یا وہ لوگ جو اپنے نرم بچوں پر سرگرم خواب ہوتے ہیں یا وہ دکھ اور مصیبت زدے کہ جنکو بچھونا نصیب نہیں ہر یا وہ غریب جو محنت و مشقت شدید کے بعد تھک کر پیال یا ٹوٹی چائے پر کھلے میدان یا تیرہ و تار جھونپڑوں میں بڑے ہوئے غفلت کی نیند میں سوتے ہیں ان کو گنہگار مہر کی آیام میں تین اور ہر سات میں چاک اور جاڑے میں پانچ بجاکر ہوشیار خبردار کرتا ہر کہ سوتے کا وقت گزر گیا بیدار ہو بیدار ہو اب اپنے پیدا کرنے والے کی طاعت اور عبادت اور اُسکے بعد اپنی اپنی معیشت کے حاصل کرنے کا وقت ہر اب جو سویا آئے وقت کھویا اور مسافران منزل نور کو یہ کہہ کر ع نیم جاگو کہ کو پاندھو اٹھاؤ لیٹر کہ رات کم ہو جگاتا ہو اور برابر فریاد ہی کرتا جاتا ہو کہ کس قدر دن گذرا اور کتنی رات آئی اور گئی اور کس قدر عمر کٹی جو پھر کبھی نصیب نہو گی۔

جو عقل اور شعور کے قریب اور بخیر اور جہالت سے دور ہیں وہ وقت ہی کو جائداد ابدی اور اپنا مقبوضہ خزانہ سرمدی سمجھتے ہیں مگر عوام دولت کا نام سن کر دولت اسی کو کہتے ہیں جسکا مبادلہ زر سے ہوسکے اور اسی کے حصول سے انسان کو اثر و ثروت اور علی

طبقہ میں شمار کرتے ہیں اور جنگ و دولت مذکور نصیب نہیں ہوتی اسکو اولیٰ انسانوں کے طبقہ میں سمجھتے ہیں اور اسکو دھیان میں نہیں لاتے کہ سونا چاندی مویشی اراضی ہی سچی دولت کے درخت کے بیوے ہیں جو وقت ہو اور نقد اور مویشی اور اراضی جو دولت کا اطلاق ہو سکے وہ سب وقت ہی کی قدر و منزلت کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔

مان یہ سچ ہے کہ وقت ایک ایسی جاننا دہی جیسے ایک چیل بخر حیدر درخت ہیں نہ زراعت مگر اس بخر میں ہر قسم کی استعداد ہو اور وہ درخت اور زراعت جسکا عمدہ ترین پر پیدا ہونا ممکن ہے پیدا کر سکتا ہے البتہ بخر مذکور کی قدر کرنا اور اس پر کوشش اور سعی کے بیج ڈالنا اور رکھوالی کرنا ضرور ہے اگر غفلت کی جائے تو اسی بخر کھلی جالیوں اور ناگ سمیٹیں گے بھی ہونا بعید نہیں ہے اور قدر کرنے سے سعی اور کوشش کے بیج انواع و اقسام کے بیوے و درخت جانیگے اور زراعت عمدہ سے مالا مال کر دیں گے۔

جو انسان اپنی عمر کی قدر کرے اور اپنی زندگی کے دنوں کو غنیمت سمجھ کر ایگانہ نہ ہونے دے وہی انسان ہے اور وہی وقت کا قدردان ہے مگر قدردان نہ کو جب تک عوام کی سرکار سے خطاب کنجوس اور کبھی چوس کا حاصل نہ کرے اور اس خطاب کا متمن نہایت خوشی سے گلے میں نہ لٹکائے ممکن نہیں ہے کہ قدردانان اوقات میں محسوب ہو سکے اور ان عالی رتبہ بزرگوں کی صف میں کرسی نشین ہونے کی لیاقت پائے۔ ظاہر ہے کہ جب وقت کا کوئی قدردان ہوگا تو اسکو ہر لحظہ کی ویسی ہی قدر ہوگی کہ جیسی بنیل کو ایک اشرفی کی اور وہ وقت کا قدردان گھنٹہ کے ساٹھویں حصہ کا بھی ساٹھواں حصہ بکا کرنا اسراف بانیکا اور وقت دوست کو اپنے ایک لحظہ کے ضائع ہونے کا اس بنیل سے زیادہ مدد ہوگا جسکا ایک اشرفیوں کا ٹوڑا چھن جائے اور وہ لوگ جو عمر گھنٹے ہی نہیں

بلکہ دن اور ہفتے اور مہینے اور سال لموعب میں آٹا دیتے ہیں ضرورت کے غمزہ رکھنے والے کو
خطاب کنجوس کا عنایت فرمائیے اور نہایت فیاضی سے بخیلوں کی فہرست میں سکنا نام اول بن کر نیچے
مقام تحریر ہو کہ جب کوئی مر جاتا ہو تو اسکے عزیز گمانے کیسا بلبک بلبک کر روتے ہیں اور
اسکے صدمہ فراق کے ماتم میں دو ہتھکڑی سر و سینہ پر مارتے ہیں اور زانو پٹیتے اور کس قدر بحر
غم و الم میں غوطے کھاتے اور آہیں سر و دل پر دروسے کھینچ کر خاک آڑتے اور زور و کوشش
کہ آہ اب وہ دوست اور پیارا جو جان کھو گیا ہلکاو کبھی نظر نہ آئیگا نہ ہم اسکی صورت دیکھیں گے
نہ وہ اپنا جال بکاو دکھائیگا مگر وہ رونے والے اپنے حال پر ذرا نہیں روتے اور اپنے
اس ایک ایک لمحہ کے جس سے گھنٹے اور دن اور ہفتے اور مہینے اور سال بنتے ہیں کھوجانے کا
مطلق افسوس نہیں کرتے حالانکہ رفتہ رفتہ وہ لمحے جب ضائع ہوتے ہوتے چک جاتے ہیں
تو اسی طرح جیسے مسرت کے کیسہ میں کوڑی باقی نہیں رہتی اور محتاج ہو جاتا ہو وہ مسرت
اوقات بھی انھیں لمحوں کے خراج ہو جانے پر انھیں دوستوں اور عزیزوں کی طرح خنکے
مرے پر فریاد و فغان تھی مگر وہ ہو کر قبر میں لیٹتے ہیں اور تب بجائے اسکے کہ خود ہی نہایت تک
رو یا کریں ان ناعاقبت اندیشوں پر دوسرے رونے والے جمع ہو جاتے ہیں اور نصیب
نہیں ہو کہ قبر کے اوپر اسکے ہم شرب اور قبر کے اندر وہ خود روتے ہیں اور شک نہیں ہو
کہ مسرت اوقات کو اپنی فضول خرچی پر قیامت تک ہی نہیں بلکہ بعد اسکے بھی رونا ہی
نصیب ہو گا جن لوگوں کو وقت کی قدر نہیں ہو اور وقت شناسوں کا جو مضحکہ کرتے اور
ہنستے ہیں ان ہنسنے والوں پر بھی کبھی نہ کبھی ایسی حالت طاری ہو جاتی ہو کہ وہ بھی لمحہ
اور گھنٹے قدر داناں وقت کی طرح شمار کریں مگر وہ کون حالت ہو بہت ہی مسیب اور
بنیادی حالت بیماری کی ہو یا کوئی اور مصیبت سخت میں گرفتاری کی ہو جب وہی مسرت اوقات

بستر عالت پر لیٹتے ہیں اور کھانے باتیں سننے سے کارہ اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے سے معذور ہوتے ہیں تو اپنی زندگی کی ایک ایک سانس کو شمار کرتے ہیں اور وہی بارہ گھنٹے کا دن جو حالت صحت میں مثل ایک گھنٹہ کے تصور ہوتا تھا اور اسی طرح بیدار بن صرف کیا جاتا تھا کہ جس طرح خزانہ سوروٹی جو باپ کے مرنے پر کپوت لڑکا پا کر اڑا دیتا ہے تیس دن کے برابر معلوم ہوتا ہے اور کٹے نہیں کٹتا اور بیماری کی رات تو بھاری اور ۷۴ رات کے مساوی اور گراں گذرتی ہے گھڑیوں کی آواز گن گن کر کشتی ہو شاید اس وقت دھیان ہوتا ہو کہ ویسے ہی کتنے دن اور رات بیہودہ باتوں اور بیہودہ خیالوں اور غفلت کی نیندوں میں سو شو کر کھوئے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ اسی وقت تک کہ پھر استعداد اوقات ضائع کرنے کی ہم نہ ہونچے یہ خواہش اور خیال ہوتا ہو کہ اگر شہباز اجل نے نہ دبوچا اور گرہ اجل نے چھوڑا تو وقت کو ضائع ہونے دینگے اور عجیب نہیں کہ یہ بھی دھیان ہوتا ہو کہ افسوس بہت دن اور مینے عمر کے اکارت گئے کاش پھر وہ ملتے تو سوار تھو کرتے مگر کہاں ممکن اور دل میں پشیمان ہوتے ہونگے کہ افسوس زندگی کی بہت سی راتوں میں متوالے رہے اور بونے ہیں گذر گئیں اور بہت سے دن لمو لعب میں بسر ہو گئے مگر اس مذمت سے کیا حاصل ایسے کہ بیماری سے صحت اور مصیبت سے نجات ملتی ہے وہ سارے خیال جواب نے والے ہوتے ہیں اور اگر موت کے آثار نمودار ہوئے تو ہر لحظہ یہ تمنا ہے کہ کاش ایک لحظہ اور حتیٰ اور نہایت ہی ایک سانس کی قدر ہے مگر جو عمر بسر ہوگی تو سر شپ کر اور اجل کے پھندے میں پھنس کر رونا اور جان کھونا ہی ساتھ ہوتا ہے۔

کیا سر جانچ کو سپر کی یاد کار کا گھنٹہ غل مچا کر نہ تباہ کیا اور کیا اتنا بھی فی مدہ نہ دیکھا کہ جتنا چوکیداروں کی یہ صد رات کو غافلوں کو غافلہ دیتی ہے کہ سوئے والو جاگواؤ۔

ہو تیار ہو چور سے جان و مال بچاتے رہو بالفرض اس صدمہ سے کمین بڑھ کر گھنٹہ لکھنا کہ اس غافل و اب دوپہر بجا اب ایک بجا اور یوں ہی رات و دن کا شمار کرتا چلا جائیگا اور جھنکار کی آواز سے ڈرائیگا کہ دیکھو عمر تمام ہوتی ہے اور جان لینے والا فرشتہ اور عیش و آرام مٹانے والا اور صحت و سلامت و عافیت لوٹنے والا ڈاکو آیا ہے چاہتا ہے ہوشیار ہو تیار ہو گناہوں سے توبہ کرو اپنے حواج کے رفع کرنے کو تیار ہو پچھونے چھو ہتھیار اٹھاؤ۔

جنکو ذرا سی عقل ہے وہ تو خبر داری کریں گے اور یہ ایک گھنٹہ کی آواز پر چمک چمک پڑیں گے اور جھمک جھمک کر جو آنکھوں کو کرنا ہو کریں گے کارباری اور محنتی اور پیشہ وروں کے لیے تو گھنٹہ اکسیر کا خواص دیگا اور دولت مندوں اور آسائش گزنیوں کو بھی ضرور کسی نہ کسی قدر شرم و لائیکھا شاید جو بالکل ہی از خود رفتہ ہیں وہ دیوانوں کی طرح آسکی آواز نہ سنیں اور تنبیہ نہوں۔

تمام دنیا میں عقلا اور صاحبان تجربہ بیکار پکار کہ گئے ہیں کہ اپنی اوقات کی قدر کرنے والے ہی دنیا اور عقبی میں کامیاب ہوتے ہیں انھیں چکے سارے کلام اس آتے ہیں وہی جاہل سے عاقل نادان سے دانا کامل سے جناکش بن جاتے ہیں اور انھیں کے قبضہ میں بہشت اور بکینٹھ آتا ہے اور دنیا کے خزائن اور دفائن کا مالک بنتا ہے اور جو اوقات کی شناخت سے عاری اور اسکی قدر سے معرا ہیں وہ انواع و اقسام کے پیودہ افکار اور افلاس اور ادبا میں گرفتار رہتے ہیں جتنی قیمت اوقات شناس کے قبضہ میں سلطنت اقبال ہے اور جنکو وقت کی پہچان نہیں وہ سلطان کشور ادبا ہیں۔

جو بے پروا گھڑیوں اور ساعت گنتے والوں کو ہنستے اور ٹھٹھون مین اڑاتے ہیں سے کبھی
 اُس شخص پر جو وقت کو نہیں پہچانتا سوز بان سے ملاست کرنے لگتے ہیں مگر ایسی ملاست کے
 لیے اوقات خاص ہوتے ہیں مثلاً اگر چند مریض سے حکیم کہے کہ میرے مطب میں اگر تم شیک
 سات بجے آؤ تو میں ہر ایک کو دیکھوں گا اور نسخہ لکھوں گا اور وہ بیمار یا لکیون اور ڈولہون پر
 لدہ کر یا کسی کے سہارے بالنگڑا تے ہوئے چل کر مطب میں حاضر ہوں اور حکیم صاحب
 سنات بجے مطب میں نہ ملین تو وہ بیمار اور مبتلا آنا زجر بالفرض وقت کے شناساے کمال
 ہونگے کس کس بان سے حکیم صاحب کی وقت ناشناسی پر جھلائیگے اور حکیم صاحب کی آمد کے
 انتظار کی گھڑیوں کو خفگی کے ساتھ کس صحت کے ساتھ گھیننے لگا ہر بڑے کبھی تو خوشنیت سے
 کہیں گے کہ مجھ کو سات بجے بلایا اور بچنے اپنی ناسازی مزاج اور سخت بیماری اور شدت
 تکلیف میں اُس وقت کو یاد رکھا اور حکیم بھلا چکا ہو کہ وقت بھول گیا مگر افسوس کہ اُن
 خفگی کے ساتھ اُنکو مطلق یاد نہ ہوگا کہ جب وہ خورد بدولت بھلے چنگے تھے تو وہ حکیم صاحب کے
 طرفدار تھے یا کبھی بھولے سے بھی ضبط اوقات کا ایسا ہی دھیان اُنکو تھا جواب گریبان گیر
 بیماروں کو بستر علالت یا بلاکت پر بھی یقیناً اُن ساعتوں کا دھیان نہوتا ہوگا کہ
 جب میں کسی کی بیماری کی خبر اُنھوں نے اپنی حالت صحت میں سُنی تھی اور اعتنا نہ کیا تھا
 یا چہنیں کسی کے مرنے کی خبر سُنی تھی اور اُس خبر سے صرف اس غرض سے پریشان ہوئے تھے
 کہ وہ بھی نہ اسکی طرح مریضین ورنہ اُس مردہ کی لیاقت قابلیت شرافت کے ضائع ہونے کا
 خیال بھی نہیں کیا تھا یا جن ساعتوں میں مریض کی عیادت مردے کی جنازے کی
 مشاہیت اور اسکی تعزیت سے گریز اور پرہیز کیا تھا مگر بالفرض وہ ہر وقت یہ خیال ہوگا کہ ہم
 اگر گھڑی سے نہ بیمار پڑے ہیں مگر کوئی مزاج پوچھنے والا نہیں آتا دو کا وقت گزرا جاتا ہے

کوئی خبر نہیں لیتا اتنا دن چڑھا حکیم صاحب نہیں آئے یوں ہی اگر مر گئے تو کوئی تجھیز اور
 تکفین میں بھی شریک نہوگا ہمارے مرنے پر افسوس نہ کریگا لیکن براہ مہربانی ساتھ ہی اس
 خیال کے اسکا بھی تعصیفہ فرمائیں تو بہت مناسب ہو کہ جیسا بویا ہو ویسا ہی تو کاٹیں گے۔
 ✓ اسی اونچے محلوں کے رہنے والو آپکے دولتانوں میں خلاف غرابا کے جھوٹروں کے
 گھنٹہ کی آواز بہت گونجی ذرا غور کرو کہ کیا وقت ہو دیکھو صبح ہوئی شام ہوئی رات ہوئی
 پھر صبح ہوئی تنہے کیا کیا کچھ تو سوچو کہ کس قدر ایام زندگی کے گزر چکے اور آئندہ کیا حاصل کیا
 باپ دادے سے جو پایا تھا اسی میں کتنی کٹھیا اور تنہے کیا کیا یا اپنے لیے کچھ زادِ عقلی حاصل کیا اپنے وارثوں کے
 واسطے کچھ اندوختہ کیا انکو دنیا میں رہنے کی کیسی تعلیم کی اپنے معشوموں سے کیا سلوک کیا اُنکے
 خاندان کے لیے کچھ ایجاد کیا اُنکے اعزاء کا کبھی خیال ہوا اپنے یادگار دنیا میں قائم کیے یا
 ہنوز غافل ہو۔

بہت اندیشہ ہو کہ گھنٹہ کے سوجھ اور اسکے بجانے والے سے باہر خوارِ غفلت اور
 بیہوشی آزرہ نہوں اور حبطہ کسی نے مرغِ سو کی بانگ پر غما ہو کر کہا ہے

اگر ابکی باری شب وصل بولا	چھری اور مرغِ سحر کا گلو ہو
---------------------------	-----------------------------

کہیں بچارے گھنٹہ بجانے والے کو کہنے نہ لگیں یا جو وقت کی قدر کرنے کی تحریک
 کرتے ہیں اور الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ کر خوابِ شیرین سے جگاتے ہیں اپنے پیلی چلی آنکھیں
 نہ نکالنے لگیں مگر چاہو کوئی ناخوش ہو یا چاہتے کہ گھنٹہ بجانے والے اور وقت کی قدر
 کرانے کے ساعی ہرگز بہرگز آزرہ نہو گئے اور چاہے وہ اپنے دل میں ان الفاظ سے
 درینغ و بازورینغ و درینغ و بازورینغ
 کہ رفت جان واز ویک سخن شنیدہ نشد
 تسافت اور ستالم ہوں تو بھی گھنٹہ سچا ہی جائیگے اور اس امید پر کہ چاہے ابھی تک

وقت کی قدر دانی پر آمادگی نہ ہو لیکن اب ہوا اب ہوشاید وقت شناسی کا مذاق پیدا ہوا
اوقات کے رایگان ہونے کا عوام کو غم ہو کتے ہی چلے جائینگے۔

اگر سعی کرنے والوں کی کوشش ٹھکانے لگی اور وقت کے قدر کی بادل و مانع میں
بس گئی تو ضرور خیال ہو گا کہ وقت کو کیا کریں یہ تو سچ ہے کہ وقت روپیہ اشرفی ہوا ہے تو نہیں
کہ گلاڑا جاے اور یہ تو ممکن نہیں کہ اس کے پیسے جو ریل گاڑی سے بھی جلد گھومتے ہیں کسکین
وقت تو گزرتا ہی جاتا ہے پس جسکے ماتم سے وہ جاتا ہے اور جسکی عمر کو وہ گشتا ہے اسکی کام ہے
کہ جیسا اوپر بیان ہوا کہ اسکو بچر سمجھ کر آسہیں سعی کرے تھوڑی یا ابتداء عمر میں و سرونج
سبق لے جب بڑھے تو اپنی تعلیم آپ کرے پھر دیکھے کہ اسکو کیا قدرت ہو اور کیا کیا وہ کر سکتا ہے
پھر محنت کے میدان میں آئے اور اپنی ضرورتوں کو آنکھ کھول کے دیکھے اور انکے رفع کرنے کی
تدبیریں نکالے اور اپر محنت جو استقلال کے ساتھ مستمر ہو اور تلکون سے غالی ہو جم جاے
تو پھر وہی وقت جس جس طرح گزرتا جا بیگانے نئے درخت اگا بیگا اور ان درختوں میں
رنگ برنگ کے پھول اور پھل لگینگے اور عمدہ زراعت ہوگی اور حیطہ ایک کسان اپنے
پہنچ کو خاک میں ملا کر خوش ہوتا ہے وہ قدر دان وقت اپنے وقت کے گزر جانے سے خوش ہو کر
خاک میں بیج ملانے والے کی طرح منتظر بیج کے کہ انکا وقت بھی اٹھاتا ہوا وہ کھیت کھلا
پس وقت کو غنیمت جان کر محنت سعی و کوشش کرنا چاہیے اور ہر دم کچھ نہ کچھ کیسنا اور
مفید کام کرنا صین وقت کی قدر کرنا ہے اور وہی انسان وقت کو پیار کرتے ہیں جو ہر وقت
کچھ نہ کچھ اکتساب کرتے ہیں اور کوشش کر کے سیکھتے ہیں عجیب نہیں کہ یہاں تک سن کر یا ان
اور اق کو پڑھ کر کہ بی کے کہ ہر گاہ وقت ایسے قدر کے لائق اور قیمتی ہے تو جن لوگوں نے
اسکی قدر دانی چھوڑ دی اور برابر بے پروائی کرتے آئے اور ہنوز ویسی ہی بے پروائی

کرتے چلے جاتے ہیں وہ بھی تو آدمی ہی تھے اور میں آخر انھوں نے بھی تو کسی سے سیکھ کے
 ناقدر دانی پر مگر کسی ہوگی اور جنہ سیکھلایا ہوگا وہ بھی تو عقل و شعور رکھتا ہوگا سو یہ سچ ہو کہ جب
 اور ثواب آدمی آدمی ہی سے سیکھتا ہے الا فرق یہ ہے کہ صواب صریحا سکھلایا جاتا ہے اور عیب کی
 تعلیم کوئی نہیں کرتا مگر وہ دوسروں کو دیکھ کر اور دوسرے غافلوں اور کوتاہ اندیشوں کی
 تقلید سے آجاتا ہے یا ان لوگوں کی روحیں یا شاید قبرین جو دنیا سے خالی ہاتھ چلے گئے
 بول سکتیں تو جواب تسلی بخش مل سکتا وہی خوب بتلا سکیں گے کہ انھوں نے وقت کی ناقدری
 کر کے کیا بھر پایا اس وقت بھی بہت سے ناقدر دانان وقت کو چہرہ باز ازمین نظر آئیں گے
 جنھوں نے اپنے آباد اجداد کے اندوختہ خزانے بے ہاتھ پانوں ہلائے پائے تھے اب دیر
 پھرتے ہیں اور بھیک بھی مانگنے سے نہیں پاتے شاید اگر وہ اتنا ہی کہ قسمت کا لکھا
 پیش آیا اور ادا ہونے نچا دکھایا کہ کچھ نہ ہو جائیں تو اپنی اوقات کے صنائع کرنے اور خزانہ
 لٹانے کا سبق جنہ پڑھا ہوگا اچھی طرح بتلا سکیں گے یا شاید رو رو کر یہ کہیں۔

ہمارے جدو آبا یا ہمارے مورثوں کو ہماری اس درجہ کو خبر داری اور نگداشت ملاحظہ
 تھی کہ کبھی ہماری کے ڈر سے اور کبھی نظر ند کے اثر کے اندیشہ سے کبھی جن و پری اور بھوت
 اور چڑیل کے سایہ کے خطرہ سے سدا محلول میں محفوظ رکھتے تھے اور ہم جانتے بھی تھے
 کہ کہ صبح ہوئی اور کب شام ہوئی عورتیں ہماری محافظ تھیں اور ہر ہر قدم پر بھونک
 بھونک پانوں رکھتی تھیں ہمارے رونے سے سارا گھر تر و بالا ہوتا تھا جو ہکو دو کار ہوتا
 مورگ حاضر کیا جاتا تھا بیمار ہوتے تھے تو ممکن کیا تھا کہ کڑوی اور بدفرہ دوا ہمارے سوہ
 آئے جب پانوں چلنے لگے اور محل سے باہر نکلنے کا حوصلہ ہوا تو ہماری آنا ہماری کھلائی
 کستی تھی نہ میان باہر نہ جاؤ و ناں جو جو بیٹھا بیٹھ کر کھڑا ہو مگر جو ہم نہ مانتے تھے اور

مچل جاتے تھے تو عورتوں کا ہر اہارے ساتھ ہوتا تھا کوئی سناٹا تھی کوئی ڈراتی تھی آخر
 پھر گھر میں لیجانی تھی پھر جب پڑھنے کے دن آئے تو اخوند صاحب کو تاکیہ تھی کہ ننھے سے
 دل کو مولوی صاحب نہ دکھانا یا نہ پڑت جی نہ گھر کٹنا اور مولوی صاحب اور پڑت جی کی
 نگرانی کو اور ہمارے دلاسارینے کو عورتیں مکتب میں بھی موجود رہتی تھیں جب تک ہمارا جی
 چاہا بیٹھے رہے نہ کوئی وقت مقرر تھا کہ کب سے کب تک پڑھیں نہ قید تھی کہ کتنا سیکھیں یا نہ
 جوان ہوئے تو ہمارا بڑی دھوم سے بیاہ ہوا سرسہرہ بندھا پھر مکہ مصاحبوں سے سابقہ ہوا
 جو دن رات قصہ اور کہانی اور انواع اقسام کی باتوں میں لگائے رہتے تھے اور کبھی خاطر کو
 مکر رہنمائی دیتے تھے آدھی رات تک آنکلی صحبت میں رہتے تھے پھر بی بی کے پاس جا کر
 سو رہتے تھے دوپہر دن چڑھے کے قریب سو کر اٹھتے تھے تو خدا کی دیسی پھر مصاحبوں کی صحبت
 تھی اور دن عید رات شب برات تھی والد نے قضا کی تو بھی ہلکوا کیا ہوا تھی ملا آخرا تھیں
 مصاحبوں نے اس درجہ کو پہونچایا نہ اب اتان جان کی خبر نہ بی بی سے واقف کیا جانے
 کس پر کیا گزری ہمارا یہ حال ہے کہ نہ تن پر لٹا ہوا اور نہ پانوں میں جو تا شرافت کو نہ کوئی چوتھا
 نہ ہماری سجاوت ہی کی کوئی قدر کرتا ہو ہی یہ دن ہیں انبیا اوصیا مائے شہون سب سے
 اس زمانہ نے یوفائی کی ہر ہم بھی اسی کے چکر میں سرسہرہ اور پریشان ہیں ہمچے ہزاروں
 ہزاروں دیے مگر ہلکوا کوئی کوڑی نہیں دیتا ہمارے یہاں سیکڑوں نوکر تھے ہلکوا کوئی نوکر
 نہیں لکھتا اشرف بڑے باپ کے بیٹے ہیں ہمچے نہ تو کوئی ہیشہ ہو سکتا نہ ہیشہ کے واسطے
 اب روپیہ ہر کرین تو کس کرین اور روپین تو کس کے آگے روپین غالباً اس جواب سے
 ناقد و انان وقت کی عقل و شعور کا اندازہ ہو سکیگا اور خبیہ اور جس ترکیب سے
 انکھون نے وقت کا نہ پہچاننا اور اکارت کرنا سیکھا ہوگا اُسکا تہ بھی مل سکیگا کہ جو

بچنے سے غفلت کی گھٹی پتے ہیں وہ بڑھاپے تک اسی غفلت میں رہتے ہیں اور انکورات
اور دن کے سارے گھنٹے یکساں اور برابر ہیں اور وہی تخت سلطنت سے خاک مذلت پر
بٹھلائے گئے ہیں انھیں کے ناموں سے دنیا میں کوئی واقف نہیں ہوا انھیں کے لیے
عقبی میں عذاب ہو اور دنیا میں ملامت ہو۔

باب دوم

وقت کی قدر بدون اسکے کہ دوسرے اسکی قدر دانی سکھائیں اور بوجہ اسکے سیکھنے والا
خود سیکھنے نہیں ہو سکتی۔

سخن خاک راز نگ جان ادہ است	سخن خاموشی راز بان ادہ است
سخن گز نہ بخشد ز اشیا خبر	جز اشکال و ہی نہ بیند نظر
بود یہ سخن مردار باب راز	زبان بے حس گوش بے امتیاز

ان لوگوں سے جو پیچھے دکھ و درد کے مارے مبتلا ہے نا امید می اور یاس اور گرفتار
ہوئے شاہین افلاس ہیں شیکے جسموں پر نہ لباس ہی نہ رہتے کاٹھکانا نہ کوڑی پسیدہ پس
نہ سونے کو بچھونا جن غریب کو بجز اپنی قوت بازو کے نہ کسی سے خیم اعانت ہو نہ امید رعایت
جو بے نوا اسی فکر میں غلطان اور پیمان ہیں کہ قوت لایموت ہم ہو نچے او بیٹ بھر کے
سومین جنگو اتنا ہی خیال ہو کہ رہتے کو ایک چہرہ ہو اور آرزو ہو تو اتنی کہ چلتے چھو کے ٹھین
پر کھا کے سوئیں جبکو صرف اتنی ہی امتیاز کی حاجت ہو کہ کس سے دکھ ہو چٹکا اور کس سے
ضرر ہو نچے کا اندیشہ نہیں ہو آئسے کوئی کیا کہہ سکتا ہو۔

انکو نہ تو سیکھنے کی قدرت ہو نہ پیٹ کے دھندے سے صلت آن دیکھ یوں کو جب صبح کے
گھنٹے کی آواز خواب بیہوشی سے جگاتی ہو تو وہ آنکھیں ملنے ہوئے اس طرف کو دوڑتے ہیں

جہاں دن بھر کی سخت محنت کے بعد سترق ملنے کی امید ہوتی ہو اور وہاں پہنچتے ہی بحر
 مشقت میں ڈوبتے اور اچھلتے رہتے ہیں اور جب شام کو اس قعرِ تعب سے نکلتے ہیں تو بھی
 اپنے کو ساحلِ اوباب ہی پر پاتے ہیں اور اپنی جان کا ہی کامعاوضہ قلیل لیکر اندھیرے میں
 ٹھوکرین کھاتے ہوئے اور اس گیت کو لاتے ہوئے بدترانہ مرگ ست این بود و بقاءے ما
 اپنے اندھیرے جھوٹوں کی طرف دوڑتے ہیں تا جلدی جلدی کچھ کھائیں اور سو رہیں
 یا جو انہیں سے معمولاً یا رسماً مل سہ گئے ہیں یا جنہوں نے اس خیال سے کہ ایک سے
 دوسرے کو دہری کمانی کریں اور کھانے اور پینے کو زیادہ پائیں یا ایک کو دوسرے کی
 ڈھارس ہو یا بہ سن کرے

در حقیقت تنگ دستی مایہ دیوانگی است و چین بیدارِ نعم بجا صلی مجنون شود

سمجھ لیا عِ غیب گزیری جو مل بھیجے دیوانے دو۔ جو رو کر لی اور اپنی آرزو خام کے
 پودھے کو سعی اور کوشش کے پانی سے سینچا اور وہ بڑھا تو سے بوقت گل گل دیگر نکلتا
 بوقت بار بار خاطر آوروں کا نقشہ جما اور اولاد پیدا ہوئی تو اسے سارے منصوبے غلط کر دیے
 اور رہے سے ہوش بھی کھو دیے اور سچا دیوانہ ہی کر دیا اب جہاں محنت کو جائیں ضرور ہو
 کہ بچہ کو بھی لا کر لیجائیں اور اس بد نصیب کو اپنی محنت کا ہون میں نہیں ہڑال دین
 اور جب وہ ماتمہ پاؤں مارا اور چلا چلا کر عاجز آئے تو اس کا خلق اپنے خون جگر سے آنکی
 مان کر کر دے اور اسی کیفیت میں جب وہ بڑھے تو مان باب کی گود اور کندھوں کو خالی
 کر کے اپنے پاؤں سے چلے اور مان باب کا ساتھی بنے اور رات دن گھر کے باہر راستوں
 اور شہنشاں میدانوں میں پڑا پھرے نہ بھوتا اور چڑیل سے ڈرے نہ جن و پری سے
 جھمکے اور آخر کو جو ان ہو کر اپنے باب کی طرح ایامِ زندگی کے پورے کرے سچ تو یہ ہے کہ

وہ بلائے افلاس میں گرفتار ہیں ناپرسانی بھی انکی آنکھ کے ساتھ ہے

مفسدانِ راکس بھی پر سز دینا کر قبیلے
چونکہ خالی شد کہے درگزر نش تے نہ کرو

اور کیا اسکی پریشانی ہو سکتی ہے اور انکو کیا تکلیف دی جا سکتی ہے جس میں شعور ہے
مفلسی سب بہار کھوتی ہے۔ اگر انہیں سے کوئی کوشش کا حوصلہ بھی کرے تو کیا ہے

✓ سعی مفلس کو بجائے میرے	آدمی بے برگ تیرے بے ہرست
--------------------------	--------------------------

تاہم چونکہ انسان میں اور استعداد قابلیت سے محروم نہیں ہیں ممکن ہے کہ کہنے سننے سے انکی سوکھی کھیتی بھری ہو۔

لائق تعلیم و ملتقین اور وعظ و نصیحت اور قابل خطا و گمراہی کی جناب ہر

ہو کہوش شہنشاہ اور دل بنیاد رکھتے ہیں اور جسکی خیالات بوجہ مقدرت وسیع اور غیر محدود ہیں

و رجوانچی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش اور پرورش میں عذر افلاس و تنگدستی نہیں

رہ سکتے جو اپنے خاطر خواہ کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں اور اپنی اولاد کے کھلانے پنانے میں

ماری نہیں ہیں اور جب پھر محض نہیں ہے کہ دنیا میں تعلیم دو قسم کی ہے ایک وہ جو کم عمری میں

مازمہ ہر دوسری جو جوانی میں تاباں روزمرگ ہوتی ہے پہلی قسم کی تعلیم دوسرے کہتے ہیں

دوسری قسم کی تعلیم بہت کم ہے اور آپ ہی اپنے لیے کرنی پڑتی ہے دوسروں کے ذریعہ

وعلیم ہوتی ہر اس کا زمانہ بہت فلیل ہو تا ہے اور چاہے وہ زیادہ ہی ہو مگر اسی طرح علم

مذرجاتا ہی جیسے جاڑے کی لمبی رات کے بعد آفتاب دیر میں نظر آتا ہے اور جب لکھا ہے:

بہت ہی مرغوب اور ہر دل غنیمت جوتا میری ہر شخص کو کیسا ہی لباس گرم ملتا ہوا سلی

معاون مین چلنا پھرنا پسند کرتا ہے اور جب تک اس کی حدت اور پیش ہرودت ہے

۱۰۸
رسمی طرح غالب حسین ہونی بہت تک اسکا مطلق حساب میں حسین انا ملے جہ

خوب گرم ہوتا ہے اور دھوپ کھرنے لگتی ہے تو یقین ہوتا ہے کہ نان اب آفتاب الم تاب
تحت زربین پرزینت آرا ہوا الا اس یقین کے ساتھ ہی تعازت نرم ہو جاتی ہے اور
جلد غروب ہو جاتا ہے وہی حال مجنسہ بچوں کی عمر کا ہوتا ہے کہ جب وہ خرامان خرامان
چلتے ہیں تو ملا کے بولتے ہیں اور محل یا بے موقع ہنستے ہیں تو بہت ہی سہل سے معلوم
ہوتے ہیں اور جب ذرا الفاظ صحیح بولنے پر قادر ہوتے ہیں دوسروں کو سلام کرتے ہیں
مزاج پوچھتے ہیں اپنے مزاج کی پرسش کا شکریہ ادا کرنے لگتے ہیں تو ان بچوں کے
والدین کے سوا دیکھنے والے بھی انکو پیار کرنے لگتے ہیں اور انکی حرکات دیسی ہی
محبوب ہوتی ہیں جیسی جاڑوں کے دنوں کی آٹھ بجے کی دھوپ یا طلوع آفتاب کے
براہر جیسی آگ کی آنچ بھلی معلوم ہوتی ہے غرض کہ وہ بچے پیار کے جھولے میچ لا
کرتے ہیں اور جاہل اور ایسی ناہیجہ عورتوں کی گود اور بچوں میں وہ پلتے ہیں کہ
جو بیشتر جاہل ان پڑھ ہوتی ہیں نہ وہ اسباب منصرحت سے واقف ہوتی ہیں نہ خود
صحت کی تدابیر سے خبردار ہوتی ہیں انکی بڑی خوش سلیکی ہی ہوتی ہے کہ لٹکارتے
نہ پائے اور پیسے وہ نادان عورتیں بے وقت لڑکوں کو جو چاہتی ہیں کھلاتی ہیں
اور رونے سے کہنے کے لیے طرح طرح کے بھیانک ناموں سے ڈراتی ہیں گود میں
آٹھائے پھرتی ہیں اور کودنے بھانڈنے سے روکتی ہیں اور اس بے عنوانی سے
لڑکا اکثر بیمار ہوتا ہے تو بیمار مناسب نہیں ہوتا اور جبکا انجام یہ ہوتا ہے کہ لڑکے کے
قوی کمر در ہو جاتے ہیں ڈراؤنے نام سننے سننے بزدلا ہو جاتا ہے سردی اور گرمی کی
برداشت نہیں کر سکتا اگر کوئی غلطی سے ان بچوں کو ناداروں کے لڑکوں سے
مثال دیکر باور کرنا چاہے کہ کیا وجہ ہے کہ غریب کے لڑکے باوجود اسکے کہ انکو خراب و کم

غذا ملتی ہو مگر قوسی ہوتے ہیں اور بے دھڑک جہاں چاہتے رات دن چلتے پھرتے دوڑتے ہیں تو انکی زبان یہ کہہ کر بند کی جاتی ہے کہ امر کے صاخر اے مانند باغون کے درختوں کے ہیں اور کنگھلون کے رشکے بن کے خود رو کو گھون کے مثال میں یا پر کسی ماہر کے ساتھ جو اب شافی اعتراض معترض کا سمجھ لیا جاتا ہے اور چاہے کوئی کچھ کہے پانچ چوبیس تک یا کبھی سات برس تک مالداروں کے فرزند نا سمجھ اور نادان بچے خیال کیے جاتے ہیں حالانکہ سو قتل کی گستا بہت کچھ تعلیم ہونی چاہیے تھی پر جب خود بخود امر کے خیال تعلیم کا بادل اور تربیت کی گستا آئندہ تی ہو تو وہ بچہ ادنیٰ درجے کے معلم کے حوالہ ہوتا ہے تو بھی عورتوں کا پہرا اس لو کے پر ہوتا ہے اور نطابہر معلم صاخر اہ کا اور عورتیں حقیقت میں معلم کی اتالیق ہوتی ہیں ناگ معلم کو خود بھی شعور ہوا تو وہ مشکل میں پڑ جاتا ہے اور اسکو اسی کا اہتمام لازم ہوتا ہے کہ بڑے خیالوں سے جو جاہل اور کمینے عورتوں اور پیوہ مردوں کی صحبت سے شاگرد کے دماغ میں بھر گئے ہیں ذہن اور دماغ پاک ہونا صواب حرکات چھڑائے لکھنے پڑھنے کی رغبت قائم کرے اور تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھائے اور لکھائے اور اس جو رجھاٹے میں بارہ تیرہ برس کی عمر اس بچے کی پہونچی ہو تو بھی والدین اس عمر کو جاڑے کے آفتاب کی سی نرم و صوب سمجھتے ہیں اور مطلق خیال نہیں کرتے کہ دو پہر قریب ہو اور دن کے ڈھلنے میں ٹھوڑی سی گسٹائی ہو بلکہ خلاف اسکے صرف یہ دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ لڑکا تھک کر سلام کرتا ہے شکار او پر نام موقع پر بجالاتا ہے قریب سے آٹھنا ہر بیٹنا ہر شریف اور رذیل اقوام کی شناخت کرنے لگا جنکو وہ دلیل اور کمینہ سمجھتے ہیں انکو وہ لڑکا بھی چھپر جانے لگا دوڑ کے شین چلتا آچل کو دو واقف نہیں ہوا غلامس زدوں کم مایہ کے پچوں کے ساتھ نہیں بیٹتا اور ساتھ ان جو بیوک کچھ لکھنے پڑھنے لگا تو ہزار زبان سے معرف ہوتے ہیں کہ بچہ میں کیا کیا خوبیاں اپنے

چھوٹے سے دل میں اُسے جمع کر لین اور اگر اُس لڑکے نے بے سمجھے بوجھے دیکھا دیکھی پوجا پاٹ نماز روزہ بھی اختیار کر لیا تو پھر سعید انہی کا خطاب پا جاتا ہے اور ہر دل عزیز ہو جاتا ہے حالانکہ جو کچھ اُس لڑکے نے اُس وقت تک حاصل کیا تھا ہرگز قدر کے لائق نہ تھا اس واسطے کہ کو دیکھنا نہ چھوڑنا اور آہستہ رفتار اور نرم گفتار مناسب دستار سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو سیکے گا نری نیک بختی کا دنیا کے بازار میں کوئی خریدار نہ ہوگا اپنے کو حلیل دوسرے کو ذلیل یا اپنے کو باتوقیر اور دوسرے کو حقیر سمجھنا منکالت اور گمراہی ہے بے سمجھے بوجھے ہوئے اعتقاد تقلیدی پوجا پاٹ گیان ہیوان نماز روزہ سب نقش بر آب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے مان صرف عادت ڈالنے کے لیے اور بھی اس واسطے کہ وہ لڑکے اپنے باپ داداؤں کے مذاہب میں رہ سکیں البتہ منصف سمجھے جاسکتے ہیں اور اگر وہ لڑکا نا فہم معلم کے پالے پڑا اور معلم صاحب نگیل باندھ کر اور تڑکے لگا کر پھٹی جاجم پر بیٹھے یا گرجی ننگے سر اور ننگے بدن لمبی کالج نیچے اور سر کی چوٹی اور پر لٹکا کے اور کلبی بچھا کے سنگھاسن پر براجے اور خود کر جھکا کر اور لڑکوں کو ہلکا کر سبق پڑھانے اور پڑھنے پر تھلے اور جب سبق پڑھا چکے تو کبھی جت کبھی اوندھے لیٹ گئے کبھی منجھل بیٹھے کبھی سبق یاد نہ کرنے پر خفا ہوئے جو منہ میں آیا بک اٹھے تو اُس بچہ کا خانہ علم اور عمل تباہ ہوا اور جو کچھ اُس نے پالنے والی عورتوں کی صحبت میں سیکھا تھا وہ ہر لحاظ سے اُس کے دماغ میں پتھر کی لکیر ہونے لگا اور پہلے تو کربلا تھا اب نیم چڑھا اور دنیا بھر کی بد اخلاقیوں کا پتلا بن گیا اور جب اس طرح بارہ تیرہ برس نامناسب تعلیم میں گزرے اور والدین یا دوسرے ان صاحبزادوں کے ہی خواہوں کو اسی طرح جیسے جاؤں کے دنوں میں تمازت آفتاب دیر میں محسوس ہوتی ہے نامناسب تعلیم کی حس ہوئی اور یقین ہوا کہ ہنوز لڑکے نے جو اسکور کارہی نہیں سیکھا اُس کے قوی شکفتہ نہیں ہوئے خیالات میں وسعت نہیں آئی

فہم میں بلندی نہیں آئی عقل پر مستقل نہیں ہوئی غیرت کا تاج آئے نہیں کھاجستی اور
 چالاکی کا زہ اور کتر آئے نہیں پتار حجم و گرم کے بازار میں ہنوز آسکا گذر نہیں ہوا جو
 راست بازی اور چابی کے سوداگر ہیں انکی دکان تک ابھی نہیں دیکھی دلیری کے
 دریا میں غوطہ لگانا جانتا ہی نہیں محنت اور استقلال کی گاڑی میں جو تا ہی نہیں گیا تو
 چونک پڑے اور گئے اہتمام کرنے مگر اب اس اہتمام کے لیے اتنا ہی وقت رہ گیا جتنا طائر کے
 دونوں میں آفتاب کے غروب کا وقت باقی ہوتا ہو اس واسطے کہ اس اہتمام کے ساتھ
 صبا چراوے کے سیاہ کارمان اور پہو کے آنے کا سامان بھی گلے کا مار ہو جاتا ہو۔

پہر گاہ کسی مذہب و ملت میں کوئی طریقہ پرورش کا مقرر نہیں ہو تو مناسب یہ ہو کہ
 اطباء کی رائے کے موافق بچوں کے پلنے کا اہتمام ہو اور لائق اور فائق تجربہ کاروں کی
 صلاح کے مطابق تعلیم اور تربیت کا انصرام ہو تاکہ بچوں کا نشو و نما اچھا ہو یا متعہ پانوں
 اور قوی ظاہری اور باطنی مضبوطیوں دستی اور کاہلی کی راہوں سے واقف ہی نہ ہو نہ
 اور وہ ردائیں اور حکایتیں کہ جنکی سماعت سے حوصلہ پست اور ارادہ مست ہو سکیں گا
 کا نون تک پہنچنے نہ پائیں اور کیسی یہ خیال نہ کیا جائے کہ ابھی بچہ کیا کچھ سمجھتا ہو جو اسکے
 آگے زبان بیان روکی جاوے بچہ کہہ کہ نہیں بول سکتا مگر سمجھتا ہو اور سمجھتا ہی ہوتے
 جس طرح بولنا سیکھتا ہو اسی طرح جو مطلب و باتیں اسکے کانوں میں پہنچتی ہیں
 وہ خزانہ و مانع میں جمع ہوتی جاتی ہیں اور جب قوت نطق کی بچہ کو آجائے تو زبانی چھی
 اچھی باتیں اور عقائد مذہبی سکھائے جائیں اور جیسے ہی اسکو سمجھنے کا سلیقہ ہم پہنچے
 تو نامی اور معزز مدرسہ میں داخل کیا جائے تاکہ دانشمندان اور تجربہ کار خوش اخلاق اور
 نیک کردار معلمین سے تعلیم پائے۔

یہ ممکن نہیں ہو کہ بدون دوسروں کی تعلیم کے کوئی تعلیم پا جائے اور واسطے تعلیم کا معاملہ بہت ہی ضروری ہو اور خبر داری اور حفاظت اور اہتمام جیسا کہ کام کی اہتمام میں لازمی ہو اس سے زائد کی تعلیم میں حاجت ہو کیونکہ زندگی کی آسائش کی بنا اسی پر ہوتی ہے اور تعلیم میں جو کچھ خرچ ہو اسکو اسراف سمجھنا غلطی ہو کیا اگر کوئی بیمار ہو تو اس کے علاج میں جس قدر خرچ ہو سکتا ہو اور خرچ کرنے کو موجود ہو بیمار کے محافظ اور دوست اور اغراض خرچ نہ کرینگے کیا نامی گرامی حکیم سے رجوع نہ کرینگے زرد مال ہوتے ہوئے علاج میں غفالت کرینگے اور بیمار کی جان جاننا روا رکھینگے ظاہر ہو کہ ہرگز نہیں بلکہ جو کچھ اُن کے پاس ہوگا اور جہانگیر کی فکر اور تدبیر سے مل سکیگا وہ بیمار پر شمار کرینگے پھر کیا یہی حال آن جوان کا نہیں ہو کہ جنہیں عارضہ جہالت کا ہو اور جن کے لیے معجون تعلیم اور ایسے طبیب کی حاجت ہو جسکو تعلیم کا عمدہ معجون بنانا آتا ہو اور اس معجون کو بہترین تدبیروں سے استعمال کر سکتا ہو۔

اس میں عذر نہیں ہو کہ والدین اپنے بچوں کو دوست اپنے عزیزوں کو وہ سارے امور جو خود اُن کے خیالات میں نیک اور محمود ہوتے ہیں سکھلاتے ہیں اور بالضرورت چھ کاموں کے کرنے پر رغبت دلاتے ہیں اور جن امور کو اپنی سمجھ کے موافق قرار دے اور وہ از صواب سمجھتے ہیں پر پیر کر اتے ہیں مگر ساتھ ہی اُن والدین اور دوستوں میں اکثر ایسے بھی تو ہیں کہ جو اپنے معائب پر مطلع نہیں ہوتے یا کسی وقت میں اُن کے پہلے سمجھے ہوئے امور بھلے تھے مگر زمانہ حال نے اُن کو برے ٹھہرا دیے یا کسی زمانہ کے اعتبار سے جو افعال نامناسب سمجھے جاتے تھے وہ مناسب قرار پا گئے ہیں یا اُن کے افعال کی بھلائی اور بُرائی خود تو بہرہ وجوہ مطلع ہیں مگر اُن کے ترک اور اختیار غیر خود قادر نہیں ہیں تو اُن کا رغبت یا

کراہت و لانا کب مفید اور موثر ہو سکتا ہو اور اس لیے بلا لحاظ آنکے اقوال کے خود انکے فعل کی تقلید کچے کر کے اپنی ذات میں اپنے والدین یا محافظوں اور ولیوں کے محاسن یا معائب پیدا کر لیتے ہیں اگر والدین اپنے لڑکوں کو تو یہ نصیحت روزمرہ کریں کہ قبل طلوع آفتاب اٹھو حق تعالیٰ کی عبادت کرو صبح کا سونا مارا ہو اور خلافت ارشاد کے خود ہی طلوع آفتاب سوئین عبادت نکریں تو کیا یہ بعید ہو کہ وہ لڑکے اپنے والدین کے پسند و نصائح زبانہ کو بے اصل سمجھ کر اور انکے اعمال بدیہی کی تقلید کریں کیا وہ ہی کیڑے جو ہری گھاس اور سرسبز پتوں پر ہرے ہرے نظر آتے ہیں سو کمی گھاس اور خاک پر پیلے رنگ کے سنہن نظر آتے ہر حال یہ سمجھ لینا کہ جو تعلیم بذریعہ معلم لائق ہو سکتی ہو گھر میں یا خود والدین اور دوستوں یا نیم معلم سے ممکن ہو بڑی غلطی ہو اور دیسی ہی طلب ہو جیسے کسی مریض کا علاج نا سمجھ معالج سے کرایا جاوے اور جسکی اصلاح دشوار ہو چنانچہ مشہور ہو نیم حکیم خطہ جان و نیم ملاحظہ ایمان۔

معلموں اور مدرسوں پر فرض ہو کہ اپنے شاگردوں کو یہی سبق کہ

✓ چوتھے از بے علم باید گذشت کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

ایسا نہ رہائیں کہ وہ خود اپنے کو بھول جائیں اور بے خدا کے پہچانے شمع کی طرح گھل کر نکے ہو جائیں بلکہ آنکو لازم ہو کہ پڑھنے لکھنے کی مشقت کے ساتھ اپنے شاگردوں کیل کو دین بھی مصروف رکھیں دوڑنے پھانڈنے پیرنے کی بھی یاد دلائیں اور ورزش کرنے کی ترغیب دیں تاکہ انکے اعضاء بیکار نہوں بدن میں پھرتی اور چستی قائم رہے اس واسطے کہ یہ ضرور نہیں ہو کہ انکے سب شاگرد شاعر یا منشی ہی ہوں یا ریاضی اور ہیست یا ہندسہ و منطق کے فاضل نامے یا محدث اور فقیہ یا عابد نہ ابد ہونے کی ایادت حاصل کریں

بلکہ دھیان رکھیں کہ انہیں باوجود علم و فضل بہادر جزا غیر فرار شجاع سپاہی بھی ہو سکتے ہیں
 مدرسوں اور مکتبوں میں کتابوں کا پڑھنا اور ساری قوت بصارت کو حرفوں کے
 نذر کرنا اور ان کے مطالب پر غرض و غور کر کے نتائج نکالنا بیشک وہی لطیف و تباہیگر
 جو لہذا تھے ترقی مانہ باغ کے نظارہ سے روح کو ہوتا ہو مگر کیا کوئی باغ میں جا کر بیٹھتا ہے
 اور درختوں اور پھولوں کی ترقی و تازگی اور پھولوں کی شادابی اور ان کے پتوں اور گھاس کی
 سبزی پر اپنے کو وقف کر دے تو شک نہیں ہے کہ وہی روح جو باغ کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی
 نیز اسی جانیگی اور انجام کو روح کی پزیردگی ہاتھ پاؤں اور دماغ کو نکلتا کر دیگی جنہوں نے
 کبھی کسی محنت اور تعب کے بعد باغ میں قدم رکھا ہو اور جو لطیف آنکھوں کی گشت باغ سے
 بلا ہو وہ شہادت کامل دے سکیں گے کہ وہ مسرت جو آنکھوں کی محنت کر کے باغ کی ریت پر ہوئی
 کس درجہ اس خوشی سے زیادہ تھی جو بلا محنت داخلہ چمن سے ہوئی تھی اور اسی لیے
 ضرور ہے کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا جس جس کام کے لیے موضوع ہیں وہ اپنے
 کاموں میں مصروف رہیں ورنہ وہ نکلتے ہو جائیں گے اور یہ کہ کمرشاک ہونگے۔

ترک یاران کرو کہ اسے ہو فایا یارین کند	دل نہ بیان برگزینی ہیچ و دلدارین کند
ترکسا کر دی و کردی دشمنی باد و ستان	شرم بادت ابن عملہ یار یارین کند

اگر بچوں کو مکتب اور مدرسوں میں داخل کر کے یکبارگی لکھنے پڑھنے کی تاکید
 اکیڈمی کی جائے تو وہ اس بوجھ میں دب کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا میں نقصان
 پیدا کر لیں گے اور وہ دباؤ ان کے اعضا کے نکلتا کرنے کے لیے پورا نکلے ہو گا گردن اور دیگر
 جھک جائیں گے اور نگاہ بہاد ہوگی اور اسکی بہت احتیاط چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کا بوجھ
 اس خوبی سے ڈالا جائے کہ ان کے اعضا اور ہاتھ پاؤں رگ اور پٹھوں میں روز افزائی ہو

قوت آئے اور یقین کیا جائے کہ جون جون آنکے اعضائے ظاہری علمی تحریک کے ساتھ ساتھ قوی ہونگے دونوں قواسے باطنی بھی مضبوط ہو کر پڑھنے پر خود مستوجہ ہونگے اور صحیح خیالات کے مبدائیگیے لیکن اس گزارش کا یہ بھی مقصد نہیں ہے کہ محنت جسمی کی تکلیف شاگردوں کو یہاں تک دی جائے کہ محنت روحی سے وہ نابلد ہو جائیں اور ان کا جمالت ہو۔

لائق اعزاز اور امتیاز وہ والدین ہیں جو اپنی اولاد کی تعلیم میں جہالتک شرح کر سکتے ہوں شرح کرنا فضول نہیں جانتے اور عمدہ تعلیم اور تربیت میں دل سے کوشش کرتے ہیں اور مال کو نثار کرتے ہیں اور لائق معلمین اور مدرسوں سے اپنے پارہ ہائے جگر کی تعلیم اور تدریس چاہتے ہیں اور اسپر یقین کرتے ہیں کہ تعلیم اور تربیت سے صرف لکھنا پڑھنا ہی سکھلا دینا مقصود نہیں ہے بلکہ تعلیم و تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچوں کے دلوں میں سعی اور کوشش کے بیج بوجائیں اور انکو اسکا پورا یقین ہو جائے کہ جب علم کی روشنی سے آنکے قندیل دل منور ہو جائیگی تو انکو اپنی تعلیم پر کرنی پڑیگی اور ایسے بدووں دوسرے کے سہارے کے چلتا سیکھیں اور دیواروں کا کچا کچا چلنا چھوڑتے جائیں اور لائق اور فائق معلمین کا بھی یہی فرض ہے کہ اپنے شاگردوں کے دلوں کو اٹھاریں اور تنویر اسکھلا کے انھیں کو مجبور کریں کہ بہت سا خود سیکھیں اور جب وہ علم کی روشنی میں اسی طرح جس طرح ڈیڑھ برس کا بچہ اپنے پالٹوں سے چلنے کا ارادہ کر لے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی چلتا ہے کبھی گر پڑتا ہے چلنے کا قصد کریں یا چل نکلیں تو پھر انکی ہر ایک چال اور اٹھ بیٹھ سے فراحت نکریں تاکہ انکو اپنی عقل بھی بھروسہ کرنے کی عادت پڑے اگر ابتدا میں اسکا خیال نہ کیا جائے اور انکو ان کو

موقع اپنی راہ پر بھروسہ کرنے کا نہ دیا چاہے تو ضرور ہو کہ آنکی قوت خیالی بہت ہو جائے اور خیالات کی آہٹ اور آسنگ شہو صا خیر اوں کے بہر فعل میں روک اور مزاحمت اور ہر کام میں نصیحت اور فضیحت کا استعمال اگر ہو کرے تو آنکی عقل اندھی نہیں تو دھندلا ضرور جائیگی اور وہ ناچار ہونگے کہ اندھوں کے مانند جو ہر قدم پر لالٹھی پارہنما کا سامرا دھونڈھتا ہے بچپن ہی سے کسی ناصح کا ساتھ دھونڈھا کرین اور جب ابتدا سے یہ عادت ہوگی تو قابل اور فاضل ہو کر بھی اسی سمارے کے محتاج رہینگے اور جو خود انکو جو ان ہو کر سیکھنا چاہیے آپ نہ سیکھ سکیں گے۔

جہان والدین خود غافل ہیں یا عزیزوں کو اپنے پیاروں کی فکر نہیں ہو یا انکو خود نیک و بد میں امتیاز تو تھا مگر رسماً یا مجبوراً کسی طریقہ نامحمود کے پیرو تھے یا غلطی و غفلت سے لڑکوں کو ایسی صحبت میں جانے دیا کہ جہان غفلت کی شراب ٹیڈلی جاتی تھی اور جہالت کا ساعہ چلتا تھا تو ضرور ہو آنکی اولاد اُنکے دوست اُسی صحبت کے مقلد ہو جائیں اور مصداق اُنکے ۵

رفیق اہل غفلت عاقبت از کار می ماند	جو یک پا خفت پاسے دیگر از رفتاری ماند
------------------------------------	---------------------------------------

ویسے ہی خود بھی غافل اور جاہل بن جائیں اور اپنی عمر اکارت کرین زندگی کے انفاس کی قدر و قیمت کو طاق نہ بیان پر رکھیں اور اُسی جماعت میں شامل ہو جائیں جو یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ بھی تو آدمی ہی ہیں کہ جنہوں نے وقت کی قدر چھوڑ دی تو پیامِ مسلم ہے کہ جتنے امور مقرون بصواب ہیں وہ ظاہر طور سکھلائے جاتے ہیں اور ایک کو دوسرا بلا اختیار غلام سکھلاتا ہے اور ہر ایک کٹھا دہ پیشانی سے سکتا ہے مگر جس قدر دنیا میں معائب شمار ہو سکتے ہیں وہ خفیہ طور سے سیکھے جاتے ہیں اور

نہ تو سیکھنے والا انکے سیکھنے کا ارادہ کرتا ہوا و نہ کوئی حقیقت میں آنکھوں کو سکھاتا ہے مگر خود بخود
 رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ تقلیداً انسان کی ذات میں مجتمع ہوتے جاتے ہیں اور تقلیداً
 پیروی کرنے کو کہتے ہیں ہر انسان میں تقلید کا مادہ فطری ہے چنانچہ بچے جو زبان کا نوچ
 شستے ہیں اسکو مادہ تقلیدی کی وجہ سے بولنے لگتے ہیں کوئی بھی لڑکوں کو نہیں سکھاتا
 کہ کیونکر کھانا اور کس طرح کا کپڑا پہنو مگر دیکھ دیکھ کر کوئی بچہ اپنے ماں باپ اور بچہ بہت کی
 پیروی میں ہاتھ سے کھاتا ہے اور کوئی اپنے صحبت والوں کی دیکھا دیکھی چیز سے حکمتاً
 علیٰ ہذا بچے جس طرح چلتے ہوئے دیکھتے ہیں اسی چال پر اپنے قدم بھی اٹھاتے ہیں اور اسی
 ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر بچے آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اسی قدر کانوں کی راہ سے سیکھنا
 ناممکن ہے اور صداقت اس ثبوت کی شنیدہ کو بود مانند دیدہ کی مثل سے ہوتی ہے جو خشک
 بچے جو کچھ دوسرے کو کرتے دیکھتے ہیں بدون امتیاز کے کہ دراصل وہ فعل اچھا ہے یا بُرا
 مفید ہے یا مضر عمل میں لاتے ہیں اور جیسا وہی افعال انکے معمول ہو جاتے ہیں تو قوت
 امتیازیہ کو معطل اور بیکار کر دیتے ہیں جیسا بولتا چوری کرنا۔ دعا کرنا وغیرہ گناہ کو
 کہہ سکتا ہے کہ گناہ نہیں ہے مگر آنکھوں کوئی نہ کسی کو سکھاتا ہے اور نہ کوئی مدعی سیکھنے اور سکھانے کا
 ہو سکتا ہے مگر دیکھا دیکھی اور چھوٹوں اور چھوٹوں اور غائبانوں کی صحبت یا انکی یاچیت
 اور طریق روش دیکھنے سے ابتدا میں بے سمجھی سے گناہ کرہ بندھ جاتے ہیں اور آخر کو قوت
 امتیازیہ اور انفعالیہ پیاٹک ضائع ہو جاتی ہے کہ گناہ بگاریوں کو انولع و اقسام کی نرا
 پاتے ہوئے بھی کچھ گناہوں کو اپنے مفید سمجھ کر نہیں چھوڑتے اور جس طرح گناہ انسان کچھ دیتا ہے
 اور کچھ نہیں چھوڑتا اسی طرح اور بھی احوال جو نظائر ہیں معلوم ہوتے خود بخود تعلیم ہو جاتے ہیں
 اور چاہئے انکی ہر ایک ثابت بھی ہوا البوجہ عادت ضد اور سہٹ سے ولانل انکی جو بی کسی

گہرا دھجائے ہیں اور اسی لیے ضرور ہے کہ بچوں کے مان یا پ اغزا اور معلوم اور محاطات
 اور ہوسٹوں کے افعال اچھے ہوں ورنہ تعلیم اور تربیت ہرگز اچھی نہیں ہو سکتی بھلا
 جس لڑکے نے اپنے جھولے ہی سے یہ سنا ہے کہ ڈاکٹر کلیمہ کھا جاتی ہے جادو سے آدمی جاتا ہے
 اور پھر بڑے ہو کر بھی اسکی تصدیق اپنے ہم صحبت سے پائی ہو تو پھر کس عاقل کے سمجھائے
 اسکے شیشہ ذہن میں آکر سبکھا کہ ڈاکٹر اور جادو کی کچھ اصل نہیں ہے غرض کہ باور کرنا چاہیے
 کہ ادنیٰ ادنیٰ باتیں جنکی کچھ وقعت نہیں ہے اور جنکو کہنے والے بے اصل سمجھتے ہیں اور وہ
 افعال جو محض لغو ہوتے ہیں انکا لڑکوں پر بڑا اثر ہوتا ہے اور بچپن میں جھوٹی جھوٹی باتیں
 جو وہ سنتے ہیں اور معیوب فعل جو انکی آنکھوں کے سامنے ہوا کرتے ہیں ہی انکے جوان ہونے پر
 بہت اثر ہے نتیجہ پیدا کرتے ہیں اور اسلئے ضرور ہے کہ بچوں کو ہمیشہ ایسے افعال دکھائے جائیں جو مصدقہ
 پاک ہوں اور ایسے خیالات انکے دلوں میں بھرے جائیں جو مستحضر اور مفید ہوں اور انکے
 سامنے وہی الفاظ بولے جائیں جو کام کے ہوں۔

ہر گاہ یہ امر صحیح ہے کہ فطرت انسانی میں خاصہ تقلید کا ہے اور قوت آخذہ ہے اور
 بدون تعلیم کے بھی اپنی انھیں قوتوں سے اکثر آدمیوں کے افعال کا سیکھ لیتا مگر ہوا سو اسطے
 جہاں بچوں کو بچپن سے اور تعلیم اور تربیت کی بجائے وہاں اسکا بھی لحاظ ہے کہ جو امور
 اور امثال بلا تعلیم وہ اختیار کرتے جائیں اسکی بابت آنے بحث کی جائے کہ کیوں انھوں نے
 اس فعل کو اختیار کیا اور اس بحث کے ساتھ احتیاط ہے کہ مادہ معقولیت اور انفعال
 اور امتیاز کا انہیں بڑھنا چاہیے اور کچھ بحثی اور ہٹ دھرمی انکی ہر وہی نہ ہو جائیں تاکہ
 خود اپنی تعلیم کے وقت انکے ذہن اور دماغ تعصبات سے پر ہی ہوں اور اچھی طرح امتیاز
 کر سکیں کہ دنیا میں جو مختلف خیالات کے انسان ہیں انہیں سے کس کے خیال

صحیح ہیں اور کن کے ناقص اور کن کے تکمیل اور شاید کسی کو اس میں عذر نہ ہو گا کہ جو انسان اپنے کو مذہب اور مودب کیا چاہتا ہو اس کو اپنی تعلیم آخر خود ہی کرنی لابد ہوگی شیخ سعدی سے ناصح نے کہا ہے کہ ادب میں نے بے ادبوں سے سیکھا ہے اور کون بحث کرے گا کہ جو معائب برے آدمیوں کی تقلید سے آدمی کی طبیعت میں جم جاتے ہیں وہ ان انسانوں کے دلوں سے بدون اسکے کہ وہ خود اپنے آپ معلم ہوں نکل سکتے ہیں اور اس واسطے اپنی تعلیم آپ کرنا اور اپنے پکڑے ہوئے کاموں کو خود ہی سنوارنا لازم ہوگا۔ دنیا میں اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے کہ اس نے اپنی تعلیم آپ کر لی ہے تو کوئی کہے گا کہ اس کا دعویٰ راستی سے خالی اور شیخی پر مبنی ہے۔ یہ سچ ہے کہ انسان میں قدرتی مادہ ہے کہ وہ تقلید سے اپنی آپ تعلیم کرے مگر وہ مادہ بدون دوسرے کی تعلیم کے ایسا ہر جیسے پتھر میں تصویر چھپی ہوئی ہے اور وہ نظر نہیں آسکتی جب تک آواز سا گنگہ نہ آئے اس پتھر سے اس صورت کو نکال کر فاش نہ کرے یوں ہی اگرچہ انسان میں سننے اور بولنے اور سمجھنے کا مادہ ہے تو بھی اسکے آگے کوئی نہ بولے اور بولیاں اسکے کان میں راہ نہ پائیں تو کمان ممکن ہے کہ وہ بولنے لگے اور اسلئے دوسروں کی تعلیم کا طریقہ ابتداً لازمی ہے مگر مبارک وہ انسان ہیں جو دوسروں سے تعلیم پا کر مستغنی نہیں ہوتے اور اپنی تعلیم کی آپ فکر کرتے ہیں۔

جن لڑکوں نے عمدہ تعلیم پائی ہے اور جنکے قلوب میں یہ کوٹ کوٹ کر بیٹھا گیا ہے کہ دنیا کے ہرے بھرے باغ کو انھیں اپنی ہی آنکھ سے دیکھنا ہے اور اسکی خوش نما اور ہموار پٹریوں پر چلنے کی آراستہ کرنے والے سنوار چکے ہیں اور جنکے دونوں طرف طرح طرح کے بھول کھل رہے ہیں اور قسم قسم کی بلیں، بچھلی اور لٹکی ہوئی ہیں۔

فوارے ٹھٹھرتے ہیں چلنا ہر اور اسی سے اپنی زندگی کے مایحتاج راستی اور دیانت اور خوش معاملگی سے لینا ہر اور آن نشیب و فراز سے جنگی طرف مالیوں کا گد ز نہیں ہوا اور ہنر جنگے راستے بننے کو باقی ہیں اور جہاں خود درختوں سے اندھیرا چھایا ہوا ہے اور کانٹوں اور جھالیوں سے زمین ٹھکی ہو اور خیانت اور کساری اور دغا بازی اور جھوٹ اور غرور و رندے اور گزندے چھپے ہوئے اور گھات میں لگے ہوئے ہیں بچنا ہر وہ بالضرور اپنی ہی آنکھوں سے دیکھینگے اور خبر داری کر کے بلاتنہا کے حتی المقدور چلنے کی سعی کریں گے اور اس ہونہار نوجوانوں کے ذہن میں جبوقت ایسا دھیان راسخ ہوا کہ وقت کا ضائع کرنا درحقیقت زندگی کا خون کرنا ہو یا گندہ چھری سے طائر حیات کو ذبح کرنا ہو تو شک نہیں ہو کہ ہر لحظہ آنکا جی چاہیگا کہ زندگی کے ہر ایک بل کو غریزہ کھین اور بیکار نہ ہونے دین اور جب ایسی خواہش دل میں پیدا ہوگی تو چونکہ نفس خود بصیر ہو اور نیک و بد گناہ و ثواب دوست و دشمن سود و زیان کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے لہذا نیک اور مفید کاموں کی اپنی اور آئینہ ہوگی اور وہی نفس بتلایگا کہ عبادت کرو گے تو عقبی میں اپنے پروردگار کے فرمانبردار ہو کر رہنا ہو گے اگر تفصیل حکم کرو تو وہ عبادت حق تعالیٰ پر زیادہ رغبت و لائیکی اور اس سے بے انتہا فوائد اٹھاؤ گے اور اس حکم کے ذریعہ سے جو کچھ کرو گے اسکا ایسا معاوضہ پاؤ گے جو خورد و نوش لباس و مکان و سامان آسائش زندگی ہی کے لیے کافی نہ ہو بلکہ اپنی احتیاجوں کے سوا دوسرے اپنے غریبوں و دوستوں اپنی قوم اور نوع کو بھی فائدے پہنچیں یا اسی حکم کے ذریعہ اپنے تزکیہ نفس کے سوا اور اپنے پیوستوں کے لیے فوائد ایجاد کر سکو یا کوئی اور تدبیر مفید سوچو گے یا کسی خاص وقت میں ریاضت کرو گے جو بدن میں قوت دے اور صحت

وسلامت کے لیے مفید ہو یا کوئی ایسا فعل خاص کر وگے جس سے دل کو خوشی و مانع کو تازگی
تاکہ دوسرے وقت اس دل خوش اور و مانع تازہ سے افعال سو و مند سرزد ہو سکین نہ ہو
نیک کاموں کی ابتدا کرنے کو نفس سو جھانگنا اور جیسے ہی وہ نیک کام سو جھاتا تو اس کے
انجام کی دھن ہو جائیگی کہ خوش اسلوبی سے اس کی ابتدا کر کے انجام کو پہنچائیں۔

کس بظاہر اپنا معلم آپ بننا اور اپنی تعلیم آپ کرنا شکل سا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں
محال نہیں ہے اور ضروری ہے اس واسطے کہ پہلی تعلیم جو دوسروں کے ذریعہ سے ہوتی وہ
ابتدائی تعلیم تھی اور اسی طرح کی تھی کہ جس طرح بچوں کو حروف سکھائے جاتے ہیں
اور انھیں حروف سے الفاظ اور جملے بنانے کی ترکیب سمجھائی جاتی ہے اور جب وہ حروف
سچان کر اور جملے بنا کر عبارت پڑھنے لگتے ہیں اور عبارت کے سمجھنے کا سلیقہ بہم پہنچا دیتے ہیں
تو استاد کی محنت کم ہو جاتی ہے اور سیکھنے والے کو تھوڑی سی مشق میں عبارت پڑھنے کے
لیے استاد کی حاجت نہیں رہتی اور اپنی تعلیم آپ کرنا انتہائی تعلیم ہے جس کے حاصل کرنے کا
زمانہ اختتام عمر پر تمام ہوتا ہے اور ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے کہ جب دوسروں کی تعلیم
میدان سے انیس بیس برس کی عمر میں منظر اور کامیاب ہو کر نوجوان طالب کامیابی
اور خواہشمند بزرگی اور برتری اپنے گوشہ تنہائی میں کتابوں کو اپنا دوست بناتا ہے
اور جب ان کی سیر سے سیر ہوتا ہے تو لائق دوستوں ناطق سے ملتا ہے اور ان دوستوں کی
باتوں کو ان بولتے ہوئے مصبوں کے اخلاق کو اس اخلاق سے جو کتابوں میں پڑھا
مقابلہ کرتا جاتا ہے اور تب اس کے ذہن میں آتا ہے کہ دنیا ایک بڑا مدرسہ ہے اور اس
مدرسہ میں جیسا اور چھوڑ نظر نہیں آتا بہت سے نکتے اور بہت غافل ریاکارین جنہ
پر غیر لازم ہے اور بہت سے محنت کرنے والے صاحبان خلق و تہذیب باہمت جو اندر

مستقل تجزیس غیر معرفت نیک بر ویاد دیانت دار طلب بین پھر آملی ملاقات آملی گفتگو
دل پھر جاتا ہے تو خاموش بزرگوں کی کتابوں میں شبیہ مبارک اور سوانح عمری کو پڑھتا ہے
جنہوں نے فرمایا ہے

در بیان طلب را بہرے نیست مرا | سر پرواز بیال و گرے نیست مرا

اور تب مطمئن ہوتا ہے کہ ایسے ہی فرمانے والے اولی العزم بہت سے زمانہ میں
گذرے اور موجود ہیں۔

اپنی تعلیم آپ کرنے والے کی اگر چشم بنیا اور گوش شنوا ہے تو وہ صاحبان ارادہ اور
اخلاق اور تہذیب کی تقلید کر لے گا مگر ہو سکتا ہے کہ اسکی نگاہ میں دنیا میں وہ لوگ جو
ہنوز بذاتہ موجود ہیں یا جنکے نام اور حالات کتابوں میں پائے جائیں کیسا ان خیالات
کیسا ان اخلاق کے نہ ملین یا خود اسکے احوال میں جو مدوح اور موصوف ہوں ان اخلاق
تو البتہ ان اسباب سے یہ وقت پیش آئیگی کہ آیا اسکا امتیاز صحیح ہو سکیگا یا غلط اور کیا
کھرا اچھا برا سچا ہے یہ وہ قادر ہو چکا ہو یا نہیں مگر تھوڑے صبر اور استقلال سے اسکی
پرکھ کو قوت ہوگی اس واسطے کہ چیدا وہ عیب اور صواب کا پرکھنا چاہتا ہے اور بھی بہر
اسکو ملینگے اور اسکی امتیاز کے ساتھ ساتھ جب وہ خود بھی اپنی شناخت کو کام میں لائیگا
اور بالاتفاق چہرہ بہرہ لگ سکے وہ بڑے ٹھہر جائینگے اور تب بعد چھان بنان و شمار ہوگا کہ
یہ دون سے دوسری اور نیکون سے نزدیکی اختیار کرے اور انھیں کی تقلید پر کرے باندھے
اور آخر کو اپنا آپ استاد ہو جائے۔

✓ بعد تعلیم ابتدائی کے ہر شخص کو اپنی تعلیم آپ کرنا لازمی ہے اور ہر شخص کو سمجھنا چاہیے
کہ والدین اور مورثوں کا فرض تعلیم اسی وقت تک تھا جب تک وہ نا سمجھ تھے اور عقل

خام رکھتے تھے اور اس فرض کو وہ پورا کر چکے اور اب وہ زمانہ ہے کہ اسکی گردن سے اسکی آبا
اور اجداد نے اپنی تقلید کے پسندے نکال لیے اور اسکو خود اختیار دیا ہے کہ وہ ائمہ و ان
روشن ضمیروں کا مقلد بنے اور ائمہ کے اقوال اور افعال کی پیروی کرے اور مقلد
نمذہ بین آنکی ذات یا جو دنیا سے گزر گئے یا دور بین آنکے صفات کی محبت اختیار کر کے
ویسے ہی ہونے کی پیروی کرے اور کچھ شک نہیں ہے کہ نیک اور مقلدون کی صحبت سے اپنا
معلم خود وہ ہو جائیگا۔ کون ہے جو صحبت کے نیک اور بد اثر کا انکار کرے اور ان اشعار کی
تردید کر سکے۔

گلے خوشبوے و حمام ہوزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بد و گفتم کہ مشکلی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویر تو مستم
بگفتا من گل نا چیز بوم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جہاں ہمیشین در من اثر کرد	و گر نہ من جہاں خاکم کہ ہستم

ایضاً

یہ عنبر فردشان اگر بگذری	نشود جامہ تو ہمہ عنبری
اگر تو شوی نر و انکشت گر	از و زب سیاهی نیابی دگر

اور ایک تھوڑے سے فہم کا آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ اسکو آیا ہے اچھا ہے
اُسے کس قدر دوسروں کے ذریعہ سے سیکھا ہے اور کس قدر آپ حاصل کیا ہے اور باوجود
اینکہ اگر وہ یاد نہ رکھے کہ اپنا معلم اب آپ وہ خود ہے تو جو کچھ دوسروں سے اُسے
سیکھا ہے اسکو بھی وہ نیکم کرتا ہے اور اگر اُسہیں یہ وصف نہیں ہے کہ جو کچھ اسکی
راسے میں اچھا یا بُرا ٹھہر چکا ہے اسکی بُرائی بھلائی کے ثبوت پر بدل سکے تو اچھا

تعلیم میں وہ قاصر رہے گا اس واسطے کہ اپنے آپ معلم بننے کے لیے اسکی بھی ضرورت ہو کہ جو کچھ اسکی رائے میں اچھا یا بُرا قرار پایا گیا ہو آئندہ کو جو اچھا سمجھا ہوا امر بڑا منع ہو اسکو فوراً کھوٹے روپیہ کی طرح اپنے ذہن کی حسیب سے نکال پھینکے اور جن امور کو وہ بُرا سمجھا اگر اُنکے محاسن ثابت ہو جائیں تو اُسکو جان کی طرح عزیز کرے اور اُسکو باور کرے کہ ہر مکلف اپنے ہی اقوال اور افعال کا ہر ایک شریعت اور آئینِ صحبت کے موافق ذمہ دار اور جواب دہ ہو۔

باب سوم

المی شوخی برق تجسلی وہ زبا نمر را قبول خاطر موسیٰ نگا نان کن زبا نمر را

(جب وقت کی قدر سکھائی جائے اور قدردانی آجائے تو انسان سب کچھ کر سکتا ہو) اس دعویٰ میں کہ انسان سب کچھ کر سکتا ہو یہ ہرگز نہ ہرگز شامل نہیں ہو کہ انسان کے حیطہ قدرت میں وہ امور بھی ہیں جنکا اُسکو قانون قدرت نے اختیار نہیں دیا مگر وہاں تک ضرور انسان کر سکتا ہو جہاں تک وہ مجاز کیا گیا ہو اور کچھ شک نہیں ہو کہ انسان غامی بنیاد کو وہ مرتبہ اور مقدار حاصل ہوا ہو جو سرکارِ واجب تعالیٰ سے کسی کو نہیں ملا انسان ہی کو یہ غرت ملی کہ فرشتوں نے سجدہ کیا انسان ہی نے یہ حوصلہ کیا کہ حق تعالیٰ کو بے پردہ دیکھے انسان ہی زمین سے آسمان پر زندہ ہو چنے انسان ہی نے بہت سے اسرارِ مخفی دریافت کیے انسان ہی زمین کے اندر زندہ گئے اور منظر اور منظرِ ابھیرے انسان ہی نے بحر و بر میں سفر کیا انسان ہی نے تمام مخلوقات پر سلطنت اور حکومت کی انسان ہی اپنے قد و قامت مذکور اور طاقت سے بڑھ کر کام کر سکتا ہو غرض کہ انسان کو جو شرف حاصل ہوا اسکا انکار بجز شیطان کے

اور نہیں کر سکتا لہذا اس دعویٰ کی صحت میں کہ بعد خدا جو کچھ کر سکتا ہو وہ انسان کی
 حوصلہ پر کچھ شک اور شبہ نہیں ہو سکتا مگر ساتھ ہی اس فضل و شرف کے انسان
 ابتدا ہی سے محتاج اعانت و امداد خود اپنی نوع اور غیر نوع کا ہو اور روز پیدائش سے
 تا مرگ انواع و اقسام کی ضرورتوں میں مبتلا ہوتا ہو جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی
 اپنے پاؤں چلتے ہیں اپنی ماؤں کو پہچانتے ہیں اور جلد انہیں قوت آ جاتی ہو اور
 چرچنگ سکتے ہیں خلاف انکے انسان کے بچے پیدا ہو کر کروڑ تک نہیں لے سکتے
 حرص تک بجز دودھ کے کچھ کھا نہیں سکتے بہت دیر کے بعد طاقت رفتار اور گفتار کی
 آتی ہو اور ایسے ہی وجوہات سے انسان حتیٰ آس شرف کا تھا جو آسکو واجب حق بنے
 مخصوص عطا کیا اور دوسری مخلوقات کو اس عطیہ سے مستغنی کر کے خود انکی ذاتیں
 انکی آسائش کے سامان مہیا کر دیے اور انکی حاجتوں کو مختصر کیا تاکہ وہ ہر طور سے بلا
 اعانت اپنی نوع کے صرف اپنی ہی ذات کی محنت سے اپنی زندگی قائم رکھیں جانوروں کو
 محفوظی چل پھر سے غذا میسر ہوتی ہو جہاں جاڑا پڑتا ہو وہاں کے جانوروں کو بڑھاپہ
 گھمن بال و پر ملے تا سردی اور بارش سے مامون ہوں دھوپ کے حر سے آسکے
 بدن کو محفوظ کیا انسان کے ذمہ ہوا کہ اپنے کو سردی و گرمی بارش سے بچائے اور خود
 سعی و جستجو کرے اور دوسرے اپنے بھائی بندوں اور مخلوقات سے اعانت چاہے ایسے
 سلیقہ سعی و جستجو کا آسمین رکھا گیا کہ وہ سب کچھ کر سکے۔ ہاں یہ سچ ہو کہ بعض مہاج
 اور مراتب خاص ہیں جو مخصوص انسانوں نے حاصل کیے اور انکا اکسٹابا لم انسان
 نہیں کر سکتے سو انکو چھوڑ کے انسان سب کچھ کر سکتا ہو لیکن وہ کر سکتا وہ ابستہ
 بہ عقل ہو جو ہر انسان میں موجود ہو مگر وہ خود انسان کے بعضی خاصیتوں سے معطل

ہو جاتی ہو اور کبھی خود بخود مشتعل ہوتی ہو اور اس واسطے پہلے اُن خاصوں کا سمجھنا کرنا ضرور ہو جن خاصوں سے عقل روشن اور بکھارا مد ہوتی ہو وہ علم ہو جو عقل کو حقیقت کرتا ہو اور جس سے عقل تجلّا اور روشن ہوتی ہو لیکن اس قبول کرنے کے پہلے نتیجہ طلب یہ ہو کہ علم افضل ہو یا عقل اور عقل مقدم ہو یا علم اور بظاہر یہ مسئلہ عجیبہ ہو اس واسطے کہ انسان میں عقل مادی ہو اور علم اکتسابی عقل انسان کی فطرت میں داخل ہو اور علم انسان کی پیدائش میں شامل نہیں ہو عقل اگر قدیم نہ ہوتی تو علم کیونکر حاصل ہوتا انجام کو یہ فیصلہ قبول کرنا لازم آتا ہو کہ عقل قدیم ہو اور وہی مایہ فضل و شرف انسان ہو اور عقل ہی وہ آلہ ہے جسے علم کو حاصل کیا اور علم کا معلم اول حق تعالیٰ ہو اور عقل بہت ہی عمدہ مادہ اور مایہ شرف ہو مگر بے علم کے اُس سے صرف کا دماغ محدود ہو سکتے ہیں مگر جب علم سے وہ مانع و بچاے تو غیر محدود کام کرنے کے قابل ہو جاتی ہو۔

پانوں پر زور دیکر کھڑے ہو جانا اور چلتا تک نظر آگے اور آنکھوں کا دم دیکھنے چلنا بروئے فطرت ممکن ہو اور چلتے چلتے جب ایک دریا نظر آئے اور آسمان پانوں کے کھنڈے سے یہ معلوم ہو کہ خلاف زمین کے پانوں نیچے ہی کو چلا جاتا ہو تو عقل فطری اس پر چلنے سے روک دیگی لیکن جو دریا حائل نہوا تو چلنے والا چلا تو جائیگا مگر یہ اسکو معلوم نہ ہوگا کہ کہاں جاتا ہو ناں یہ شاید ہو سکے کہ جہاں چاہے مرک جائے اور جہاں سے چلا تھا وہیں ہٹ آئے اس واسطے کہ جس قدر راہ آئے خود طر کی تھی وہ خود آسکا ذاتی علم ہو گیا تھا اور خود چل کر اپنا آپ معلوم وہ بن گیا تھا مگر یہ یا کہ عبور کرنے اور اس تپ کے دریافت کرنے میں کہ چلنے والا چلتے چلتے کہاں پہنچ گیا عقل محتاج جانے کی ہوگی جسکو علم کہتے ہیں اور بتانے والے یعنی معلم کی ستلاشی ہوگی اور اگر ذرا سا بھی سکھ سکھائے

جگیا اور اسکی تعلیم پر یقین ہو گیا تو پھر بڑا پار ہو جائیگا اسلئے عقل اور علم اور یقین کی ترکیب سے جو جمون تیار ہوتی ہے اسی کو مایہ نثر انسانانی ماننا لازم ہے جو عقل مجرور علم مجرور یقین آتا ہی کام دیکھتے ہیں کہ جتنا کوئلہ کندھک شورہ عالمیہ عالمیہ لیکن جب کوئلے جانتے والا ہو اور کوئلہ اور کندھک اور شورے کو بقدر مناسب پس کر ملائے تو بارود و دھن تینوں چیز سے بنیاتی ہے تو بھی وہ کام دین نہیں آسکتی جب تک آگ بھی نہ ہو اور آگ کو بارود سے ملانے والا نہ ہو۔

اگر دشوار نہ ہو تو جن کتابوں میں گزرے ہوئے نامی انسانوں کا حال لکھا ہے نہیں کئی کتاب اٹھا کر پڑھی جائے اور خاطر نشین کیا جائے کہ جن مقدسوں نے عجیب و غریب ایجادیں کیں انکو وہ مادہ ایجاد کیونکر حاصل ہوا اور وہ بھی عام انسان تھے یا فرشتے پھر امتیاز کی تر از و میں تو لایا جائے کہ ان ایجادوں سے کس قدر دنیا کے رہنے والوں کو نفع پہونچا اور وہ کس قدر مفید ہے اور وہ سو عبد جنوں نے کھیتی کرنا نکالا کپڑا بننا سکھایا مکان بنانے کی ترکیب پیدا کی نمک ڈھونڈھا شکر بنائی اور ایسے ہی دوسرے فوائد پر مطلع ہو کر شکر کیا کس وجہ شکر کے لائق ہیں اور پیش خدا انکے کیا رتبے ہونگے پھر دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں نے اپنی عقل مصفا سے مراتب بالا اور مثل انکے کام کیے ہیں وہ کیوں کیسے تھے تب ظاہر ہوگا کہ انکو حاجت نے مجبور کیا تھا اور سمجھ میں آجائیگا کہ عقل مجلہ اور مصفا کو مستعمل کرنے والی ضرورت و حاجت ہے اور وہی ام الا ایجاد ہے اگر ضرورت داعی نہ ہو تو عقل کے کام میں لانے کی فکر ہی نہوگی اور مثل جانوروں کے عقل محدود اور معطل ہوگی جیسے ایک چلنے والا چلے اور چلنے چلنے کی دریا پر پہونچے اور اسکو اتھاہ دیکھ کر عبور سے قاصر ہو تو باوجود عقل کامل اگر ضرورت

دریا کے پار ہونے کی اور آگے جانے کی نہیں ہر توجہ والے عقل کو کام میں نہ لایا اور ضرورت دریا کے پار جانے کی اگر ہوگی تو اسی کے کنارے بیٹھ کر پار ہونے کی تدبیر میں سوچا اور پانی کی روانی کی طرف آنکھ لگائے دیکھتا رہتا اور اگر اتفاقاً ایک لکڑی ہتی ہوئی نظر آجائی اور دیکھا کہ وہ پانی میں نہیں ڈوبتی تو اس کے تیرنے کے لم کے انکشاف کا درپہ ہوگا اور جب سکا یقین ہوگا کہ بوجہ ہلکے ہونے کے وہ نہیں ڈوبتی تو پھر سوچنا شروع کرے گا اور اگر وہ سوچ لگتا رہتا اور مستقل ویلا ملو تو پھر تو سمجھ میں آجائے گا اگر ایسی لکڑی ہو کہ جو سوچنے والے کے بوجھ سے بوجھل نہ ہو جائے اور اس کا بوجھ اٹھا کر تیرتی رہے تو یقین کرے گا کہ اس کے پار ہونے کے لیے وہ لکڑی معقول ذریعہ ہوگا اور پھر سوچے گا کہ اس لکڑی کو کیونکر ذریعہ بنائے تو غور کرتے کرتے کشتی کا اسلوب کرے گا اور اس کے کھینے وغیرہ کے متعلقات کو بھی ذہن میں جمع کرے گا اور آخر کو جرات اور دلیری کے دریا میں کود پڑے گا اور کشتی کے ذریعہ سے پار ہو کر کشتی کے بنانے کا موجد ہو جائے گا اور پھر اپنے نوع کو اس ایجاد کی خبر دے گا اور اس کے شہر اور عام کرنے میں ہرگز دیر نہ لے گا اور تاخیر نہ کرے گا اس واسطے کہ تمام مخلوقات میں انسان ہی کو ایسی استعداد ہے کہ جس ناپت اور خاصیت پر خود واقف ہو جائے اور جن ذریعوں سے اس کی احتیاج رفع ہو اس سے دوسرے کو آگاہ کرے انسان ہی کو یہ قوت ہے کہ جو منافع اپنے لیے دیکھتا ہے دیکھ کر دوسروں کو بھی مطلع کرے انسان ہی یہ مشہور ہے کہ جب کوئی آفت ٹوٹ پڑے اس کا معین ہوگا وہ انسان ہی کو یہ جرات ہے کہ جب کوئی نہ جائے وہاں خود پہنچے اور دوسروں کو پہنچائے اور جب ان امور کا جاننے والا ایجاد کشتی کی یہ کیس اپنے بنی نوع کو بتلایا تو اس صورت میں کہ شیخ بھائی سی قسم کی حاجت میں ہونگے تو وہ ضرور دل کے کان کھول کے سنیں گے اور خود بھی فکر کریں گے اور تب بہت سی عقلوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سے جہاز بنایا جائے اور اگر

سننے والوں کو حاجت نہیں ہر تو نہ سننے والوں ہی کو کچھ اس علم سے فائدہ ہوگا نہ
 موجد کی عقل سے ان لوگوں کو کوئی نفع پہونچے گا بلکہ عجب نہیں کہ وہ لوگ جنگو
 کشتی کی ضرورت نہیں ہر یا جنگو دریا کے پار جانے کا کام ہی نہیں ہر وہ کشتی کے
 موجد کی کچھ قدر نہ کریں اور اُس اوقات کے ضائع کرنے کا اہتمام کریں مگر جنگو کشتی کی
 حاجت ہر وہ ہزار جان سے اس موجد کی عزت کریگے اور ناقدر و انون کو غافل
 قرار دینگے مختصر یہ کہ عقل کا اشتغال کرنے والا علم ہر اور عقل اور علم پر عمل کرانے والی
 ضرورت ہر اور اسکی مہسل معطل کرنے والی عدم ضرورت اور احتیاج ہر اور جو
 ضرورت کو معدوم کرتی ہر وہ جہالت ہر اور ضرورت ہوتے ہوئے جو عقل اور علم کو
 کام میں نہیں لانے دیتی وہ غفلت اور بزدلی اور قصور بہت اور خوف و لذت ہر
 انسان اگر اپنی عقل کو کام میں نہ لائے تو اپنے کو خیرات انسانی سے گزاتا ہر اور
 ہرگز اپنے کو انسان نہیں کہلا سکتا اس واسطے کہ دنیا میں انسان کو حقیقت حاجت
 اور ضرورتیں ہیں وہ بے انتہا ہیں مگر بوجہ نہ ہونے پورے علم کے بہت سے انسان ہیں
 کہ ان حاجتوں سے واقف ہی نہیں ہیں یا جو علم رکھتے ہیں انہوں نے ان حاجتوں کو
 یہ سمجھ کر تھج دیا ہر کہ انکو دنیا میں چند روز کے بعد مرنا ہر تو کیوں وہ دنیا کے
 دھندوں میں اپنے کو پھنسا رہے اور کس واسطے نہ وہ اس دنیا میں چہرے سے رہنے کا
 اہتمام کریں جہاں موت سے محفوظ رہینگے اور ایسی زندگی پائینگے جسکی انتہا نہیں
 اور اپنے کو ایسا دنیا میں رکھتے ہیں کہ گویا وہ دنیا میں نہیں ہیں مگر اس خیال اور
 سمجھ کے مقدس مآب دنیا میں معدود سے چند ہونگے تو بھی جنہوں نے اپنی ذات
 پروری پر دنیا میں اکتفا کی ہر اور دوسرے اپنے بچیس کی اعانت سے دلیسے ہر

ستفنی اور بے نیاز ہو گئے ہیں جیسے اور جاندار کہ ساگ پات پھل پھلاری جنگا کوئی دھتی
 دھوری اور رکھوالا نہیں پر کھالیا اور آج چٹھون سے کہ جنگا کوئی مالک نہیں ہائیکے
 پانی پر فراحت کا پھر نہیں پر پانی پی لیا وختوں سے کہ سایہ میں سورجے گئی پٹری
 لکڑیوں میں آگ لگا کے بدن گرم کر لیا بدن پر تپے لپٹ لیے رو رہے تبت دنیا میں
 رک پر گزر گئے ہیں اور وہ ہزاروں تعظیم و تکریم کے لائق ہیں اور چونکہ انھوں نے
 اپنے پیدا کرنے والے سے صرف لو لگائی ہے اور اپنے بنی نوع کو چھوڑ دیا ہے تو غصے کے
 ساتھ انکا نام لیکر انکا ذکر بھی کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ انکے افعال سے بحث
 کی جاتی ہے مگر جو انسان دنیا میں ہیں اور دنیا میں رہنا چاہتے ہیں اور جنگا دوروں کی
 مدد کی حاجت ہے اور جنگا فرض ہے کہ دوسروں کو مدد دیں اور جنگا کام بے مدد دیے اور
 لیے نہیں چل سکتا جنگی حاجتوں کی انتہا نہیں ہے وہ شرف انسانی ہرگز حاصل
 نہیں کر سکتے جب تک اپنے محسن کو نہ پہچانیں اور جو احسان ان پر ہو چکا ہے اسکو قدر اور
 تعظیم کے ساتھ یاد نہ رکھیں درحقیقت اپنے محسن کو پہچاننا اور اسلی بشیا نعمتوں کے
 عطائے احسان کو یاد رکھنا مرتبہ انسانی پر پہنچنا ہے اور خداوند تعالیٰ کو یاد رکھنا اور
 اس کے عطیہ کا شکر بجالانا آدمی بننا ہے اور ظاہر ہے کہ جب شکر کے ادا کرنے کا سلیقہ
 سبم پہنچ گیا تو کوئی وقت بے اسکی یاد اور خوف کے رایگان نہ جائیگا اور جب اسکی
 یاد ہوئی اور وعدہ و وعید پر دھیان رہا تو ضرور ہے کہ انسان اس کے ممنوعات سے
 احتراز کرے اور بجا آوری اور امر میں سرگرم ہو محتاجوں مفسنون و بیماروں مردوں
 آتش گناہوں سے اجتناب کرے دل دکھانے پر یا حق چھین لینے سے کارہ ہو اور
 جب وقت یہ سب خیالات ایک چھوٹے دل میں مجتمع ہوئے تو پھر دنیا میں رہ کر اور

دنیا دار ہو کر کیا عقلمندی میں وہ مرتبہ حاصل کر لیا ضرور حاصل کر لیا اس لیے کہ اس سے زیادہ فرمانبردار بندہ کون ہو گا دنیا میں ایسے ہی انسان تو پوجے جاتے ہیں اور انہیں نام پر تو خزانے لٹائے جاتے ہیں اور عقلمندی میں انہیں کے لیے تو بہشت اور مہینہ جو سمجھا جائے بنائے گئے اور انہیں کی ابدی جاگہ پر کیونکہ وہ اپنے محسن کی طاعت اور عبادت کے ساتھ اس کی نعمتوں کو یاد رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نمری عبادت اور ریاضت اس حالت میں کہ اپنے واسطے کی نعمتوں کی قدر کریں اور اوقات ہونے پر ان طاعات کے ہوگی اور بہترین نعمت جو عقل پر اس کا کام میں نہ لانا معطلی حقیقی کی سختی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو بلار و قدر اور بحث و تکرار سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جس کو اپنے افعال کے معاوضہ کا خیال نہ ہو کیا روزی کو اگر سلامتی کے بدلے کی امید نہ ہو تو وہ کپڑے کا طیب کو اپنے طلق کرنے کی نذر بدلے کی اس نہ ہو تو وہ علاج کر لیا غرض کہ وہ بزرگ جو اپنے کو زیادہ عابد سمجھتا ہے وہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ معاوضہ اپنے افعال کا نہیں چاہتا شاید وہ یہ کہہ سکے کہ آگے دنیا میں معاوضہ کی خواہش نہیں ہو مگر عقلمندی میں سوا چھایوں ہی سہی آخر کہیں ہو خواہش معاوضہ تو ہو اور ناممکن ہے کہ خواہش معاوضہ سے کوئی بری ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

تکدہ بن کر دیکھے سمیں بھاری ٹاڈ دیکھے جوگی گن پٹا دیکھے جھار لائے تن میں
مہتی انمول دیکھے سیوا پر چھول دیکھے کرت کھول دیکھے بن کھنڈی بن میں
بیرہ دیکھے سور دیکھے سب گنی اور کوڑ دیکھے مایہ کے بھر پر دیکھے بھول رہے دس میں

اوقات کے کئی دیکھے جنم ہی کے دیکھی دیکھے پر دے نہ دیکھے بوجھ نہیں جیکے من میں
باقی جو دنیا میں طالب معاوضہ میں سو جس معاوضہ کو وہ چاہتے ہیں وہ صرف
زیر ہوا سوا سٹے کہ زیر ہی اندون ہر احتیاج کی رفع کرنے والی اشیا کے بدلے میں
دیا جاتا ہے اور ہر شخص کا طالب زیر ہونا موزوں الفاظ کے ساتھ خالص ایک بڑے
شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

تاج و تیغ و علم وزین و کمر میخا ہد	شہ کہ این کو کبہ دولت و فریخا ہد
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	لشکر و کشور و اقبال و ظفر میخا ہد
کار او با ہمہ کس رفیق و مدارا باشد	آن وزیر نہ کہ بے عاقل و دانا باشد
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	مخلص شاہ و ہوا خواہ رعایا باشد
گاہ مروی و شجاعت ز پی تیر رود	مرد عاقل کہ سو ہر کہ چون شیر رود
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	یے محابا ہمہ تن بر سر شمشیر رود
در بغل مصحف و زنا بگر و نجارد	صوفی صاف کہ و صوموہ مسکن ارد
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	صلاح کل با ہمہ از شیخ و برہمن ارد
گاہ اندیشہ معقول کند کہ منقول	فاضلی کو ہمہ در فکر فروع ست و اول
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	مردمان را ہمہ خواند بخدا و بہ رسول
بعبارات حکیمانہ سخن پر دازد	آن طبیب کہ ترا کیب معاین سازد
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	ہر دم صبح ببارورہ نظر اندازد
گردنش دال شیر و دانتش گرو و	خوشنویس کہ شب و روز کند شق و خون
اینہ از پی آنت کہ زیر میخا ہد	دیدہ اش صا و لبش بادش باشد خون

شاعر کو ہمہ دم مدح و ثنا سیکوید	روز و شب نیک و بد شاہ و گداسیکوید
گاہ اگر مدح کند گاہ بجا مسیکوید	ایں ہمہ از پی آست کہ زیر میخواید
خالصا برین خفت و خواری غم درمکن	در غری کشید و یاد نیاروز وطن
ہر زمان تازہ کند طح و گر گویند سخن	ایں ہمہ از پی آست کہ زیر میخواید

لیکن شاید یہ مبالغہ سمجھا جائے اور شاعرانہ ڈینگ قرار دی جائے اور بعض کے افعال ایسے ثابت کیے جائیں کہ جنہوں نے بلا خیال ایسے معاوضہ کے جبکا حھر زرین ہو سکے کیے تھے تو بھی انکی براءت اس سے نہوسکیگی کہ انکو نام آوری یا اپنا اعزاز مطلوب تھا اور نتیجہ آخر کو یہی ہوگا کہ انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کسی شرم محسوس یا غیر محسوس کے مبادوین کچ ٹا ہو اور نتیجہ مذکور کسی طرح معیوب نہیں ہو سکتا اور جب وہ نتیجہ برائین ہر توجا اور روا ہو کہ عقل اور قوت سے یا بظرح ممکن ہو وہ عمل کیا جائے کہ جس سے ایسا بدلے کہ جو حامل کی ذات اور اسکے اہل و عیال اور ہم صورتوں کو نفع پہونچائے اور لوگوں کا درد دل رفع کرے اور احتیاجوں کو بر لائے۔ شک نہیں ہو کہ ماتمہ پائوں کے ذریعہ بے مشیت کا حاصل کرنا اور محاصل کو نیک طریقہ سے صرف کرنا سب کتے ہیں طاعت ہی عبادت ہی روا ہو اور اسی ذریعہ سے جو مراتب عقبنی میں حاصل ہو سکتے ہیں وہ جہمی عبادت اور ریاضت سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ کیا ایک اپا بچ بھوکھ سے جان بلب ہو اور اسکے قریب کوئی ایسا شخص کہ جبکے ماتمہ پائوں اور کل اعضا سلامت ہوں بخشوع و خضوع نما زمین مصروف ہو یا بڑے نیم دھرم اور گیان دھیان سے پیشیا کرتا ہو تو وہ نماز اور پیشیا سوار تہ ہوگی ظاہر تو اکارت ہوگی اسواسطے کہ اسکا فرض اول یہ تھا کہ اپا بچ کے پیٹ بھرنے کے لیے اپنی قوت کو کام میں لاتا حاصل کلام یہ ہو کہ دنیا اور مافیہا میں انسان

بعض کسی مبادلہ کے بھی کچھ کر سکتا ہو اور وہی معاوضہ انسان کے قوائے عقلیہ اشتغال پیدا کرتا ہو اور تب عقل کامل اور سلیم بہم پہنچانے کے لیے ضرورت علم کی داعی ہوتی ہو اور علم حاصل کرتا ہو کچھ جب علم سے عقل کامل ہوتی ہو تو وہی انسان جو نہایت کمزور اور بے حقیقت شمار ہو سکتا ہو سب ہی کچھ کر سکتا ہو۔

ان ہاں نہ کمال عقل کا دینا ہی محتاج محنت ہو جیسا بادشاہ بہت سے اسباب فرمانروائی کیا بادشاہ لیاقت فرمانروائی اور خطاب بہ تعلیم بادشاہی حاصل کر کے فرمانروائی کر سکتا ظاہر ہو کہ نہیں کر سکتا اسکو مشیر یا سلیقہ وزیر لائق سپاہ جوار یا زماں نیکو شعرا اور دیگر کے ساتھ خزانہ اور اپنی ذاتی محنت اور جفاکشی کی احتیاج ہو اور بادشاہ سے بہتر کسی اور کی تطہیر نہیں ہو سکتی پس جبکہ بادشاہ سب با عظمت محتاج اپنی محنت کا ہو تو عام کیونکر مستغنی ہو سکتے ہیں یا تو فیکہ اپنے اعضاء و جوارح کو عقل کامل کے تابع کر کے محنتی نہ کر دیں عقل کامل سے کوئی عمل ظہور میں نہیں لاسکتے یہ کیا کوئی گونگا جسکی عقل کامل ہو اپنے کمال عقل کی فیض دیکھ کر ہر کچھ سیکھتا نظر آئے کہ نہیں اسواسطے کہ اسکی زبان اس کے اختیار سے باہر آسکے کان نہ سمجھیں غرضکہ تعلیم پانے اور عقل بہم پہنچانے کے بعد محنت کے وسیع میدان میں انسان کو آنا چاہیے اور خوب سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں زندگی کے جتنی لحظے گزرین وہ کسی کام میں صرف جوان اور کام بے محنت نہیں ہوتا اور انسان ہر ایک کام کو کر سکتا ہو اور کوئی کام جو نہایت اور دیرانتہ کے ساتھ کیا جائے معیوب اور ناروا نہیں ہو۔

باب چہارم

انسان اسوقت سب کچھ کر سکتا ہو جسکی زبان توں پڑا قضا اور کسکے فکر کوئی تیرہاں میں محنت ہوا وقت اسکی	خدا یا رنگ تاثیر سے کراست کر فغانم را	ہر جوش اسکے بلبل آب و دہ تیغ زبانم را
--	---------------------------------------	---------------------------------------

بے محنت اور بے منت اور جاکشی نراس دنیا سے فانی ہیں کچھ مل سکتا نہ اس جہان میں جو باقی ہے اور محنت ہی کا وہ میدان ہے کہ جہان بہت اور دلیری اور اسبدون اور استقلال کی نسیم اور سستی اور غفلت اور خوف و ملت اور مایوسی اور تلون کے سموہ کے جوہر کے جاکر ہیں اور محنت اور بے منت کا آفتاب بڑے جاہ و جلال اور تہارت سے چمکتا ہے جو اس کی جلاک سخاوت کی برداشت کر لیتے ہیں اور لوگوں کی لپٹ سے نہیں ڈرتے آنکو بہت جلد دولت اور راحت کے گنجان سایہ واد رخت مل جاتے ہیں اور جو لوگ دھوٹ کھیتے ہیں بھاگتے ہیں آنکو نگہت اور غلامت کے تیرہ و تار جو پڑوں میں جگہ ملتی ہے اور آخر کو آن جو پڑوں کے چھپروں کو بھی فکر و تشویش کی آمد ہی آتا الیہ جاتی ہے اور سیلاب نعم سے دیواریں بھی گر جاتی ہیں حقیقت میں محنت کرنے والے ہی باغ دنیا کے میوے کھاتے ہیں۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں ایسے بھی انسان ہیں کہ جنہوں نے بلا محنت کے دولت پائی ہے مگر قبل اسکے کہ آنکی مدح میں قلم سرگردے دولت کی تعریف پر واقفیت کی ضرورت ہے تا معلوم ہو کہ دولت سے مراد کیا ہے سو دولت کی تعریف میں وہ غم و داخل ہے کہ جس سے انسان کی کوئی حاجت رفع ہو سکے صرف زہد و مسکوکی ہی دولت نہیں ہے ایک عالم کا علم اور فضل و حقیقت دولت ہے کیونکہ وہ عالم اپنے علم سے ایجادیں کر سکتا ہے اسرار منفیہ کو دکھلا سکتا ہے کتنا میں تعریف کر سکتا ہے تاکہ انسانوں کی حاجتیں ان تعنیفات سے رفع ہوں مثلاً ایک عالم ملے کر شعلی ترکیب میں ایک رسالہ لکھے اس سے عموماً لوگوں کو ملے کرنے میں آسانی ہوگی اور احتیاج رفع ہوگی یا دوسرا عالم معنیات کی شناخت اور تعلیم میں ایک ورید لکھے

تو جو اہرہ اور انواع قسم کی دھات کا گھونج لگانا اور کھودنا آدمیوں کو آسان ہو گا
پس وہ بھی دولت ہو اور اسی قسم کی اور ایجادیں لوہا گلانے، تنگ بنانے، کپڑے بننے
وغیرہ کی دولت ہی میں شمار ہیں۔ ان آفتاب کی روشنی اور ہوا انسانوں کی گونہار و
ضرورت رفع کرتی ہیں بلکہ انسانوں اور حیوانوں کی زندگی کا دار و مدار انھیں پر
تمام اس وجہ سے کہ وہ باوفا اور بلا محنت اور جب جو ہر شخص کو سیر ہیں وہ توفیق
دولت سے خارج ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کے عطیہ اور بخشش میں داخل ہیں
مگر دولت میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جو انسان کی محنت سے وجود میں آئیں
اور کسی کے قبضہ میں رہیں اس مقام پر یہ بحث ہو سکتی ہے کہ وہ کون شے ہو
کہ جو عطیہ الہی سے خارج ہو یہ بحث کچھ وقعت نہیں رکھتی اس واسطے
کہ موتی مونگا بھی ضرور عطیہ الہی ہیں مگر جب تک انسان دریا میں نہ ڈوبے
غوطہ نہ لگائے وہ عطیہ ماتمہ نہیں آسکتا اور جب تک ماتمہ نہ آگئے کسی کی ضرورت
آن دونوں پیارے ناموں سے رفع نہیں ہو سکتی یوں ہی لوہا جس سے صد ہا ضرورت
انسان کی رفع ہوتی ہیں اور وہ عطیہ الہی تو ہر الاکس کام کا ہو جب تک انسان آسکے
دھنڈھڑکھڑکھٹی سے نہ نکالے میل سے پاک نہ کرے کیا جب تک وہ لوہا مٹی میں ملا ہوا ہو
اور پاک صاف نہیں ہوا لوہا کھلا گیا ظاہر ہو کہ نہیں اس پر بھی محبت ہو کہ انسان کا
سلیقہ اور محنتی ہونا کیا عطیہ الہی نہیں ہو تو بھی کہا جائیگا کہ وہی تو عمدہ عطیہ ہو
اور اسی کے تو کام میں لانے کی بحث ہو غرض کہ دولت سے مراد سونا اور چاندی کے
سکے ہی نہیں ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ احتیاج انسان کی کیا ہیں جنکے رفع

حاجتیں تو لادہ ہی ہیں جو تمام جانداروں کو بلا تخصیص انسان اور حیوان کے یکساں لاجی ہوتی ہیں اور دوسری قسم کی حاجتیں کو لادہ ہی نہیں ہیں مگر جوقت انسان تہا حیوانیت سے زینہ انسانیت پر قدم رکھتا ہے تو اپنی طبیعت اور فطرت سے آنکو بھی اپنے سر چڑھا لیتا ہے۔

پہلی قسم کی حاجت کھانا پینا۔ آسائش۔ تابل کرنا ہے اور ان حاجتوں میں بلا فرق نوعی انسان اور حیوان یکساں متبلا ہیں ہر ایک جاندار کو غذا کی تلاش ہوتی ہے اور وقت پر آسائش کرنا اور متابل ہونا چاہتا ہے اگر جانور کو گھوسلے کی ضرورت ہے تو وہ سیر لینے کو گھوسلا بنانے پر اور اگر زمین میں سوراخ کر کے وہ رہ سکتا ہے تو زمین کو دھننے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی رہنے کے لیے مکان اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے جو روڈھونڈھتا ہے غرض کہ چاروں ضرورت لادہ ہی ہیں۔

انسان سے جانوروں کو ضرورت اسکی یہ کہ زیادہ ہے کہ کون غذا آنکی زندگی کے لیے مفراور کون مفید ہے اور وہ خود ہی تمیز کر لیتے ہیں خلاف آنکے انسان کو بروے فطرت معلوم نہیں ہے کہ کون شیوہ ہرے اور کون امرت ہے مگر بجائے اس تمیز کے انسان کو اپنی اور پرانی ملکیت کی شناخت کرنے کی استعداد ہے اور حیوان اس سے مستغنی ہیں اور اسیلے جانوروں کو تھوڑی چل بھرمین غذا مل جاتی ہے اور جانوروں ہی کی طرح جب تک انسان دنیا میں کم تھے اور اپنی اور پرانی ملکیت کی شناخت کو زیادہ کام لانے کی حاجت نہ تھی مثل جانوروں ہی کے دنیا میں رہے اور بڑھے اور پھیل بھلائی ساگ پات خود رو یا مردے جانوروں کا کوشت کھا کر جیے مگر جب انسان بڑھے اور اپنی اور غیر کی ملکیت کی شناخت کی حاجت پڑی تو ہرسانی غذا میں بہ نسبت اور جانوروں کے

انسان دماغ ہونے کی وجہ سے تو بھی بہرسانی غذا میں درمیان انسان و حیوان پانچ ہے جیسا فوق میں
مگر کھانے پینے کی حاجت میں دونوں کا ایک ہی حال ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ دنیا تجھے ہو
مقدس اور جہالت شمار انسان صرف انھیں چاروں ضرورتوں میں ہونے والا ہے
اور جانوروں کی طرح انکی تلاش اور تجسس انھیں چاروں ضرورت کے رفع کرنے میں
ممد دہی اور وہ انھیں کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کی امداد کے خواہاں ہیں
مگر دوسری قسم کی حاجت خاص کر انسان کو اس وقت لاحق ہوئی کہ جب انھوں نے
علم کی عینک آنکھ پر رکھی اور وادی جہالت سے باہر آئے سب سے پہلے آنکھ بوجھ گیا اور
شرم بدن ڈھانکنے کی ضرورت ہوئی اور اسی کی بہرسانی میں اپنے اپنے فکرا کے موافق
تدبیریں سوچیں اور انجام کو سونا جھوٹا کپڑا بنایا پھر جیون جیون علم بڑھتا گیا تو
قسم بہ قسم کی نرالی ضرورتیں اوڑھنے بچانے۔ روشنی۔ آرائش۔ تہیاری۔ سواری وغیرہ کی
شروع ہوئیں اور ہوتے ہوتے اور علم بڑھتے بڑھتے ہزاروں حاجتوں میں ہی انسان
جنگل صرف چار حاجت اصلی ہیں گرفتار ہو گئے کہ جنگاں شمار نہیں کر سکتے۔

جہاں تک دوسری قسم کی حاجتوں میں انسان مبتلا ہے بلا شک وہ غیر ضروری ہیں
اور اپنی زندگی کاٹنے کے واسطے انسان ہرگز انکا محتاج نہیں ہے مگر بروے فطرت
وہ انھیں چار حاجتوں میں مبتلا رہنا گوارا نہیں کر سکتا اور نہ صرف انھیں کے
رفع ہونے پر قانع ہو سکتا ہے اگر کوئی شئی باز سمجھائے کہ انسان کو صرف انھیں چار
ضرورتوں میں اپنے کو مبتلا رکھنا جائز اور باقی احتیاجوں میں پھنسانا اور ہر نوع کی
نقصیت و حقیقت ایسی ہوگی کہ جس پر خود اسکا عمل نہ ہوگا انسان اس وقت تک اپنی حالت پر
صبر کر سکتا ہے جب تک اسکو علم نہ ہو کہ مگر بعد حصول علم عیاں صبر اس کے اختیار سے

باہر ہوتی ہو اور چاہے کوئی کیسے ہی الفاظ موثر میں دعا عطا کئے اور دنیا کو بیچ دیو بیچ کر کے دکھائے مگر سینہ واسے یہی کینکے۔

ہر کیسے ناصح برائے دیگران | ناصح خود یا فتم کم در جہان

اور کب آنکھ لقیں ہو گا کہ حضرت واعظ اور جناب ناصح اپنے کو انھیں چار حاجتوں کا محتاج بنائے ہیں اور کوئی پانچویں حاجت جو کہ اپنی پہننے کی سی آنکھ سنہین پر ظاہر ہو کہ جسے سوائے گدھے کی صورت کے ٹوٹ نہ دیکھا ہوا اور سد گدھے سے ٹٹو کا کام لیتا رہا ہوا اور ایک دفعہ ٹٹو دیکھے تو وہ گدھے کو چھوڑ کے ٹٹو کی حاجت میں اپنے کو مبتلا نہ کر لیا پھر جو سد اٹھ پڑا ہوا اور گھوڑے کو نہ دیکھا ہوا اور دفعتاً اسکو گھوڑا نظر آئے اور اسکی تیز رفتاری اور چالاکي و دوسرے کی ران کے نیچے دیکھے تو سمجھ ممکن ہو کہ ٹٹو کی جگہ گھوڑے کا خواہشمند نہو یا جسے ہمیشہ سن کا کپڑا سنا اور دیکھا اور پہنا ہوا اور کبھی واقف نہو ہو کہ رونی اور ریشم سے کپڑا بنا جاتا ہو اور یکبارگی اسکو نظر آئے اور اسکے امکان میں بھی ہو کہ خریدے اور پہنے تو پھر اسکو گوارا ہو سکیگا کہ خیال اس لطیف اور نرم کپڑے کا چھوڑ دے حقیقت میں بات یہ ہو کہ جبوقت تک علم نہو انسان کی خواہش اور حاجتیں محدود ہوتی ہیں۔

جب تک مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم نہیں رکھا تھا ہندوستان کے رہنے والے دنیا کا شمالی سر کوہ ہمالہ اور یورپ اور کچھ اور کن کا سمندر کو سمجھے ہوئے تھے اور جانتے تھے کہ ساری پرتھی اسی قدر اور برہمانے جو سرشٹ پرچی وہ اتنی ہی سیانی ہو اور شاید اب تک بہت سے جاہل ایسے خیال باطل میں زندگی بسر کرتے ہوں لیکن جو فہمیدہ تھے انھوں نے مسلمانوں کے آنے پر آگاہی حاصل کی کہ ان سمندر پر بھی

دنیا پر اور وہاں انسان آباد ہیں اور ہالیہ کے آخر بھی آدمی رہتے ہیں پھر جہانگ
ہندوؤں کو مسلمانوں سے سابقہ ہوا ہندوؤں کی ضرورتیں بڑھ گئیں اور جتنا
مسلمانوں نے ہندوؤں کا طرز معاشرت اختیار کیا اسی کے لائق مسلمانوں کی
احتیاج زیادہ ہوئیں اور دونوں کی گزران زندگی کے طریقوں میں
انقلاب ہوا مسلمان کماروں کے کا ندھے پر چڑھنا ہاتھی پالنا نہ جانتے تھے مگر ہندو
اور پارسیوں کی صحبت سے انکو بھی کماروں اور ہاتھیوں کی حاجت دانشگیر ہوئی
سہلوان اور رتھوں کی سواریوں کے تلاشی ہوئے ہندو اور مسلمانوں نے ایک
دوسرے کی وضع لباس اور رہنے سہنے کھانے پینے کی ترکیبیں ایک دوسرے سے بلین
اور احتیاجوں کو دونوں نے بڑھایا بعد اُسکے جب اہل یورپ کی آمد و رفت جاری
ہوئی اور وہ اپنے اپنے بلاد کی اشیائے تو انکو دیکھ کر اور ضرورتیں گلے پڑیں روکے
کا ندھے پر چڑھنا رتھ اور سہلوان پر چڑھنا سہول گئے طرح طرح کی گیمیان - چرٹ -
بالکی کا طیان و ڈرائے لگے مگر باوصف اسکے کہ ہندوستان کے رہنے والوں نے
اپنے لیے بے انتہا ضرورتوں کو بڑھایا مگر یہ نہ سمجھے کہ وہ کیا کرتے جاتے ہیں اور کیا کیا
حاجتیں انچہ سر نہ دھتے جاتے ہیں آخر اب عام انسان ہندوستان کے ان ضرورتوں
میں پھنس گئے ہیں جو دواڑھائی سو برس پہلے بڑے امر کو نشا ید رہی ہوگی۔

زمانہ گذشتہ کی تعمیر پر لحاظ کیا جائے تو اندازہ ہو سکیگا کہ کس قسم کے مکانات بہ
درجہ متوسط کے ہندوستانی قاتل تھے اور انکے واسطے کس سامان ریش کی درکار ہو اور انکے بعد آبا کیوں
بہتر کرتے تھے اور انہیں کس قسم کے مکانات کی کماتک قدر باقی ہو اور کیوں انکی طرز تعمیر میں فرق ہو
اور کیسے پہلے سے بہتر مکان کی حاجت ہوئی اگر اس تکلیف لحاظ کے ساتھ غور و فکر

کہ ہنوز بعض اپنے جد و آبا کے بنائے ہوئے مکانوں پر قانع ہیں تو انکی قناعت کی وجہ سے
 ملحوظ ہو گا کہ وہ قناعت بوجہ عدم بضاعت اور مثل مصمت بی بی از بے چارہ بی بی
 داخل ہوگی اور بدل انکی تو خواہش تبدیل مکان کی ہوگی لیکن کہاں محنت سے ملے گی
 ہوئی ہو اور جد و آبا کے بنائے ہوئے کمندرون میں ڈالے ہوئے ہر پھر دیکھنا چاہیے
 کہ آنکے جد و آبا کا طرز لباس کیا تھا اور کس قدر صرف میں وہ بجاتا تھا اور اب اسی کی کترو
 بیوت کیا ہو اور یوں ہی ہر ایک حاجتون کو پہلی حاجتون سے ملانا اذیاء و حاجت کا
 یقین لائیگا۔ سو ہر س پہلے ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں بند و ستانی بالخصوص
 آتے جاتے تھے اور پھر پھر سے ایک دوسرے کی خیریت اور حالات کے دریافت کے
 متجسس بھی ہوتے تھے لیکن ممبوری سے اسوقت تک صبر کرتے تھے کہ کوئی آئے
 اور جائے اور خیریت نامحبات لائے اور لیجائے یا وہ خود ہی پھر ملین اور گھون دیکھیں
 اور وہ آنا جانامتون میں جاتا تھا اس کے خلاف اب ہر ہفتہ خیر و عافیت کے اخبار کے دریافت
 کی حاجت ہر جلد جلد پھر ٹرون سے ملنے پر طبیعت میبور کرتی ہو اور اسکی وجہ ظاہر ہو
 اسن و امان کی فراوانی قطع مسافت کی آسانی و تسہیل پیام رسانی پھر ڈاک و ذرا
 سے راسین صاف میں ریلین کی لپوڑا دی و دودی جہاز ہندرون میں ڈر ہے جس قدر
 عرصہ طومسافت ایک صوبہ ہندوستان سے دوسرے صوبہ کا تھا اس سے بھی کم دیکھا
 ایک سرے سے دوسرے سرے پر پہنچنے کا ہر جن تیرتھون اور جاترا کا عمر بھر میں ہندو
 پہلے ایک دفعہ قصد کرتے تھے اور جن مقامات مقدس میں مسلمانوں کے جانے کا
 شاذ و نادر ارادہ ہوتا تھا اب ان تک پہنچنے کی آگے دن فکر ہوتی ہو اور آدھ
 قصد کیا اور پہنچے اور پھر بیٹے۔

کیا کوئی مہاجر اس باب میں دیکر ہندوؤں کو روک سکتے ہیں کہ ریل گاڑی پر چڑھو تو دھرم ناس ہوگا یا جتنا کتنا سننا اب تک جہازوں کی سواری کی بابت باقی ہے کیا ہندوین ڈوبنے سے بچ سکیں گے؟ نہیں کیونکہ خواہ مخواہ ہندوستان سے باہر اور ہندو پار جہازوں پر چڑھ کر جانے کی ضرورتیں ہندوستانیوں کو پیش آئیں گی اور مصارف بھینکے پچھلے زمانہ میں بھی تو ایک سر سے معاملات عبادت سے دھرمی اور لین دین کرتے تھے ایک باپ کے چند فرزند وارث ہوتے تھے اور آپس میں جھگڑنے کے واسطے لڑتے جھگڑتے تھے مگر عدالتوں میں جانے اور حکام سے فیصلہ کرانے کی کیا ایسی ہی ضرورت تھی جیسا کہ ہوا و زمانہ گذشتہ میں پچی ایسے ہی خواجہان کی ضرورت جھگڑوں کے انفصال کے لیے ہوتی تھی جیسا کہ ہر سو برس پہلے امر کے واسطے کشمیری و شالہ جوہت کی بھیڑوں کی اونچے کٹھنی بیٹے تھے اور کشمیر سے جان جو کہم کر کے بنگالہ اور دکن میں پہنچاتے تھے انکو امرا اور مالدار ہی خرید کرتے تھے اور صرف انھیں کو آن دو شالوں کی حاجت تھی جو بادشاہ اور وزراء سے اب تھوڑے سے مقدور والوں کو بھی ضرورت لاحق ہو گئی یونہی جن کپڑوں اور اثاثہ کی صرف آمد کو حاجت تھی اب تھوڑی مقدار کے آدمی انھیں کپڑوں اور اثاثہ کے حاجت مند ہیں۔

اگر یہ حجت ہے کہ پچھلے زمانہ میں سامان حرب و ضرب کی جو ضرورت تھی بوجہ امن و امان رفع ہو گئی اور اس لیے دوسری حاجتیں اسکے بدلے پیدا ہو گئیں سوچو کہ اب زمانہ فساد کا نہیں رہا اور واقعی اندرونی لڑائیوں کی ضرورت نہ رہی مگر جیسے کہکے بیرونی لڑائیوں کی ضرورت بڑھ گئی جو پہلی لڑائیوں سے سخت اور مسبب ہیں اور خراجات پر پہلی لڑائیوں کے خرچ ہائے گہ پر بھی نہیں خرچہ سکتے بہر حال قدیم ضرورتوں کے رذے ہی چڑھتے جاتے ہیں اور کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے کہ جو پہلے تھی اور اب نہ ہو

باوصف اسکے جو حاجتیں پہلے تھیں اُن سے نہار چند زیادہ ہو گئیں مگر اُنکے رفع کرنے کی
جو تدابیر پہلے تھیں انہیں ترقی کیا ہو گشت گشت شاید اُن بزرگوں کا کوئی ہنر بان ہو
جو یہ فرماتے ہیں کہ ہیکہ اتنی ہی حاجتیں اب بھی ہیں جتنی پچاس برس یا سو برس پہلے تھیں
ایسے کہنے والے یا اُنکے مصدق وہی ہونگے جو اپنے کلیدہ اخراں میں تمام عمر سچے کا قصد
کر چکے ہوں یا جنہوں نے گھر سے باہر نکلنے کی قسم کھائی ہو یا وہ بیچارے جو تین ہونگی
جو چار دیواری کے باہر نکلنے نہیں پاتیں اور مانتا اس پیرے کے ہیں جو کان سے
کھود کے نکالا گیا مگر کان کے کنارے پر پڑا ہو کوئی اسکو نہ اٹھا کے بازار تک لایا
نہ تراشا گیا نہ اُسکے پہل درست ہوئے نہ خراہ پر چڑھایا گیا اور اب تک وہ یہی جانتی ہیں
کہ اُنکے واسطے ہنوز دینا جو لا نا اور کرنا۔ کو ہی سن اور سوت ملا کر کپڑا بناتے ہیں اور
ٹکے گزبختے ہیں اور بر محاسونار کی دکان پر اُنکے مطلوبہ زیور بنا کرتے ہیں۔ ورنہ
جو مڑاؤ می گھر سے باہر نکلتے اور لوگوں سے ملتے ہیں وہی کچھ خوب سمجھتے ہیں کہ بے تہا
حاجتوں میں انسان مبتلا ہیں اور جیوں جیوں زمانہ کا رنگ بوجہ زیادتی علم بدلتا
جائیگا وہ حاجتیں بڑھتی ہی جائیں گی اور اُنکے رفع اور دفع کرنے کے لیے سوائے محنت کے
اور کوئی دوا نہیں ہو۔

جن بزرگوں نے بلا محنت دولت حاصل کی وہ درحقیقت بدون محنت کے اُن
محنتی اور جفاکشوں کے قدرتی وارث تو ہو گئے اور اُنکے صلب و بطن سے جنہوں نے
سعی اور جستجو کر کے دولت حاصل کی تھی ظاہر ہوئے تاہم یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ جب
دولت کے وہ وارث ہوئے وہ دولت بلا سعی اور محنت حاصل ہوئی تھی اور ساتھ ہی
اسکے ممکن نہیں ہو کہ اُس دولت پر بھی جو بے محنت محض بذریعہ ولایت ملی ہو جائے

حقہ قدرت میں بدون محنت کے رہ سکے اور انکو اپنے فیض سے مستفید کرے۔

اب تک جو لکھا گیا اسکا نتیجہ صرف اتنا ہو کہ انسان کو اپنی زندگی کی قدر کرنا چاہیے اور ہر آن زندگی میں علم حاصل کرنا چاہیے اور بعد حصول علم کے اپنی حاجتوں کو محنت کر کے رفع کرنا چاہیے اور محنت محتاج تعریف و تشریح کی نہیں ہو مگر اسکے کہنے کی البتہ ضرورت ہو کہ انسان وقت کی قدر دانی اور تحصیل علوم اور احتیاجوں کے رفع کرنے کی محنت کے چاہ میں ایسا بھی نہ ڈوبے کہ اپنی تندرستی اور حفظ صحت کا بھول جائے اور رات دن کتابوں ہی کو پڑھا کرے اور علم اور سیاہی سے دوقوں کو سیاہ کیا کرے باعبادت اور گیان دھیان میں اسقدر محو ہو کہ اپنے کو سو کر جائے بیشک سستی اور غفلت اور کمالات لائق نفرت ہو مگر صحت جسمی پر بھی تمام اعمال اور افعال کا دار و مدار ہو اسواسطے بچوں سے لیکر بڑھوں تک کو ضرور ہو کہ ہمیشہ اسکا دھیان رکھیں کہ محنت روحی و دماغی کے ساتھ محنت جسمی بھی کرتے جائیں کہ کوئی خطا امتیاز کا نہ کہیں کہ محنت روحی و دماغی کا ورثہ پانے والے کوئی خاص لوگ ہیں وراثتہ پانوں کے کام لینے والے مخصوص ہیں بیشک نظم دنیا کے لیے ناظم حقیقی اور حکیم مطلق نے تمول اور افلاس کا عمدہ معجون بنا کر دنیا کے قیام اور استحکام کا علاج قرار دیا ہو اگر دونوں میں سے ایک صفحہ ارضی سے کھو جائے تو جو صنعت اور سامان آسائش اور آرائش اور رہنمائی خورش و پوشش کے دکھلائی دیتے ہیں نظر نہ آئیں اور جب افلاس کا ہونا بھی ضروری ہے تو غربا اور کنگال بوجہ ناداری اپنے بچوں کو شروع ہی سے ایسے کاموں میں لگاتے ہیں کہ وہ خود اپنے کھانے کو پیدا کریں اور وہ بیچارے محنت میں بچپن کما سس کو چہ سے جسمیں محنت روحی ہوا کرتی ہو اجنبی ہو جاتے ہیں خلافت اسکے صاحبان تمول کو آخرت

دشوار ہو چلنا پھر تاکنگ کے خیال میں موجب تحقیق و تدبیل ہو اور اکثر مشو مطین میں بھی انکی تقلید اور پیروی ہوتی ہو غرضکہ صاحبان مقدور کی اولاد مانو ہم میں بیکرا و چیل پھر چیل کو دے کر محنت جسمی کے مذاق سے واقف نہیں ہوتی اور مالدار اور نادار دونوں کی ایک ہی خاصیت ہو جاتی ہے یعنی ایک کو محنت جسمی کا مزہ ہو دوسرے کو کوفت روحی کا اور دونوں سے نہ اسی کو واسطہ ہو نہ اسی کو بہرہ اگر دونوں مذاق ایک ہی ذات میں جمع ہوں تو ظاہر ہو کہ ذات واحد سے دونوں قسم کے فوائد طور میں آئیں یہاں موقع اور مناسب تھا کہ ان لوگوں کی فہرست اور مختصر حالات لکھے جاتے جنہوں نے دونوں مذاق ذات واحد میں جمع کیے تھے مگر اس اندیشہ سے کہ اختصار میں فرق آئیگا اور صاحبان عقل و گیاست کو ان نامی و گرامی آدمیوں کی تحقیق دشوار ہوگی عمداً چھوڑنا پڑا مگر مختصر یہ کہ بڑے بڑے شاعر اور مصنف اور اور مجاہد اور ولی العزم اور وزرا حاکم و کیل دولت مند غالباً دونوں قسم کی محنتوں کے قابض تھے۔

جن مالداروں کو سب کچھ میسر ہو اگر وہ پیدل چلنا معیوب جا میں اور اپنے پانوں سے پھرنا موجب تدبیل اور کسر نشان سمجھیں تو حقیقت میں وہ غلطی کرتے ہیں اسلیے کہ جبکہ یہاں سواری کا خرچ جاری ہو اسکو کوئی خمیس نہیں کہہ سکتا اور جسکی سرکار میں خدام اور کاروباری نوکر ہیں اور وہ خود اپنے ماتحتوں سے اپنے کاموں کو اگر کرے تو انپر کسی قسم کا مضحکہ نہیں ہو سکتا ہر جوہ خیال محال اپنے دلون میں لا کر اپنے ماتحت و پانوں کی قوت کو کام میں نہ لائیں تو ضرور ہو کہ انکے ان اعضاؤں کی چالوں میں جو غذا کے ہضم میں مصروف رہتی ہیں ہستی آجائگی اور آخر صحت و سلامتی میں فتور ہوگا۔ چاہے اہل اسکوئین یا نہ سنیں مگر مالدار اور مفلس سب کا

اس پر اتفاق ہو گا کہ حاجتوں کے رفع کرنے کے لیے محنت ہی ایک علاج ہے چاہے وہ محنت روحی یا دماغی ہو یا جسمی ہو مگر تلون کی وجہ سے اکثر محنت بھی ضائع ہو ا کرتی ہے اور جس کاموں کی بنیاد پڑتی ہے وہ تلون ہی کی وجہ سے ادھوری رہ کر برباد ہوتی ہے اور تلون صرف اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ محنت کرنے کی استعداد کمزور ہوتی ہے جیسا ایک شخص کسی فعل کے کرنے پر طبیعت کو آمادہ کرے اور اس کام کو شروع کر دے مگر جب اس فعل کے انجام پہ کسی قسم کی دقت پیش آئے تو طبیعت بوجہ عدم عادت محنت سے بڑے اور دقت کی بڑا کی تحمل نہ ہو اور جواب دیدے اور تب جب قدر ابتدا سے محنت چھوڑنے کے وقت تک پہنچتی ہو وہ رائیگان اور ضائع ہوگی۔

انسان کو بلا تلون بہر کام میں پوری محنت کرنا چاہیے اور دل کو سمجھانا چاہیے کہ

وقت پسند برق جو اپنا مزاج ہے | جوابات میر دیکھی اُسے اختیار کی

✓ پر جس فعل کا ارادہ کوئی شخص کرے اس فعل کی ابتدا کرنے کے پہلے اُن ساری دقتوں کو بھی جو اُنکے ہر انجام میں پیش آئیں گی سوچے اور اگر اس کا تصفیہ کر لے کہ وہ اُن دقتوں کو رفع کر سکیگا تو شروع کرے و بعد شروع کرنے کے پھر جن دقتوں کے پہاڑ یا تشکالوں کے دریا نظر آئیں اُن سے نہ گھبراتے اور پہاڑ کو مثل فرما دے کہ وہ نے پراور دریا کو کلبس کے مانند عبور کرنے پر بہت کو قائم رکھے اور سمجھتا جائے کہ جو آسان کام اس وقت نظر آتے ہیں جنہوں نے ابتدا میں اُنکو کیا کیا وہ ایسے ہی آسان رہے ہونگے بلکہ دور نہ جا کر اپنی ہی ذات کو دیکھے کہ اُسکو کھڑا ہونا چلنا ابتدا میں ایسے ہی آسان تھا جیسا اب ہے یا کہ مرتبہ وہ کھڑا ہو کر گرا ہو گا اور کتنی سٹو کرین اور لغزش آتھا کہ سمجھا ہو گا مگر آخر صرف اس وجہ سے کہ طبیعت کھڑے

اور چلنے پر برابر مصروف رہی لہذا چلنا سچر نا آگیا یا غور کرے کہ بڑے بڑے سوچاؤں کا ہر کام کی ابتدا میں کیا حال رہا ہوگا اور کیسی کیسی وقت آنکونہ پیش آئی ہونگی مگر چونکہ مادہ خیال قوی اور بہت مستعد تھی لہذا کوہ کو بھی وہ گاہ سمجھا کیے اور اپنے کاموں کو انجام پر پہنچا دیا۔

جن بادشاہوں نے روئے زمین پر حکومت کی اور مغرب میں ریکہ مشرق کے باشندوں کے گلے میں اطاعت کے حلقے ڈالے جن شاعروں کی نظم سے طبیعتوں میں ولولے اور معرکوں میں جوش پیدا ہوتا ہے جن ناثرین کی تحریر سے دل پر سرور و غم دونوں کا عجیب اثر ہوتا ہے جو مقرر اپنی خوش تقریری اور طلاقت لسانی سے اپنے خیالات کو دوسروں کے ذہن میں اتار دیتے ہیں کیا آنکونہ وہ کامیابی بلا محنت حاصل ہوئی ہے نہین بڑی بڑی وقتوں کے میدان دشوار گزار طرکی کے آنکون نے وہ مرتبہ پایا تھا غرض کہ ہر شخص کو چاہیے کہ جو ایادہ کرے اسکو محنت جسمی اور فکر روحی سے پورا کرے اور تا وقتیکہ کامیاب نہ ہو مشغول رہے۔

ہمیشہ یہ مدنظر رہے کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی آدمی سے کئی کام نہیں ہو سکتے اور ممکن نہیں ہے کہ چند کاموں کی ابتدا جو ایک وقت میں کی جائے انکی تکمیل ہو سکے اس واسطے کہ جس خیال سے ایک کام ہو سکتا ہے وہ چند کاموں میں بچنس کر پراگندہ ہو جائیگا اور جو لوگ ایک ہی وقت میں چند کام شروع کرتے ہیں انکے وہ سارے کام ناتمام رہ جاتے ہیں اور جو شخص کسی ایک شکل کام کو اختیار کرتا ہے اور ابتدا اسے انتہا تک اسکے انجام میں استقلال کو قائم رکھتا ہے وہ پورا ہی ہو جاتا ہے اگر ایک طالب علم غلطی یہ ارادہ کرے کہ میں یکبارگی بہت سے علوم سیکھ لوں اور ان علوم کی کتاہوں کو

جمع کر کے بیدھڑک پڑھنا شروع کر دے اور پڑھ بھی ڈالے اور بطور خود پیچھے لے اور کہنے لگے

دنیا کی سب کتابوں کی کڑا لی پیچھے لے | گو یا کہ بحر علم میں بہتو گئے ہیں تیر

مگر بمقابلہ دوسرے طالب علم کے جنہ پر غور اور فکر و تامل سے انھیں کتابوں کی ایک ایک چوتھائی جیسو جلد باز طالبعلم جلد جلد پوری پوری پڑھ چکا تھا پڑھی ہوئی تھی ٹھہر گیا اور ضرورتاً امتحان کے وقت جلد باز طالبعلم کی شبیخی نیچی ہو جائیگی اس واسطے کہ جلد باز نے جو کچھ کتابوں میں دیکھا تھا وہ سراسر سی اور ستعار تھا اور دوسرے نے جو کچھ پڑھا وہ درحقیقت اسکی بصاعت اور ملکیت ہو گیا تھا اور طالب علموں کی یہ تلون فراہمی ہے کہ آج اس علم کی اور کل دوسرے علم کی کتابوں کو پڑھیں اور اسپر غور کریں کہ طلبہ کل فوت الکل مشہور ہر باصرت اسی پر دھیان کریں کہ بہت پڑھنے سے عالم اور فیلسوف ہو جائینگے اس واسطے کہ چار پائے برو کتابے چند کی مثل مشہور ہو جیسے لائق اور فائق انسان گذرے ہیں انکا یہی شعار تھا کہ تھوڑا پڑھا اور اس پر زیادہ غور کیا جو کیا اسکو پورا سمجھ کے کیا اور اسی کا اہتمام رکھا کہ جو کچھ انکی نظر سے گذرے انکے دل و دماغ میں سچ تاکہ ہنگام ضرورت یا دواشت کی کتابوں میں ڈھونڈنا اور دھونڈنا کو الٹا نہ پڑے اور کبھی اس مثل کو پس پشت نہیں ڈالا۔ علم در سینہ نہ در سفینہ۔

تلون کی ضد استقلال ہے اور اپنے ارادے پر مضبوطی سے قائم رہ کر نہ ڈلگنا استقلال کے معنی ہیں اور واقعی استقلال ایک بڑی نعمت ہے اور اس راہ پر قائم رہنا دلیل عظمت اور جلال ہے کیونکہ مشکل تو ایک طرف چھوٹے چھوٹے ارادوں میں جب مزاحمت خفیف ہوتی ہے تو طبیعت بہت جاتی ہے اور بڑی زور آور موج اندک مصعکہ کے خیال سے ترک جاتی ہے اور انسان فوراً اپنے ارادے میں ٹھسک جاتا ہے

اور اسکو یاد نہیں رہتا کہ دنیا کی کل کی بنیاد اس پر ہے اور فی الحقیقت نا اسب ہونا
ایک ایسی مصیبت ہے کہ بہار عیش اور خزن عافیت اور سلامت پر بجلی کی طرح گر کے جلا
ڈالتی ہے یہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ایک شخص ایک مقام سے دوسرے مقام تک
سو پونچنے کے ارادے سے قدم اٹھائے اور چلتا چلا جائے تو مقام مقصود کو کتنا ہی دیر
مگر پہنچ ہی تو جائیگا مگر ناں کبھی تو یہ سوچے کہ راہ زن لوٹ لینے کبھی خیال کرے کہ
دردوں کا سانسوگا کبھی کوہ و صحرائیں تہ و بالا ہونا پڑیگا کبھی دریا سے پتہ پانی ہوگا
اور بہت کو مار کے مایوس ہو جائے تو اللہ نا ایسی ہی اسکو کونے میں بھلا دیگی اور
زاویہ نشینی میں اسکی بڑی عمر سایہ کی طرح گھٹتے گھٹتے تمام ہو جائیگی جنہوں نے دنیا
ایجادوں کا سکھ ڈالا جنہوں نے علوم اور فنون کے علم کا شے اور انکے پھر بے بلندیوں پر
اڑائے جنکی طلاق بیانی کی دھوم ہو جنکی نظم و ثمر مثل دریاے سواج کے لہریں
کھار ہی ہیں انکو تکمیل کمال میں کیا کیا وقتیں پیش نہ آئی ہونگی کبھی تو افلاس کی
بیڑیوں میں انکے پانون بچنے ہو گئے کبھی جاری کے طوق کلو گیر ہوئے ہونگے کبھی
کسی اور مصیبت کے ڈاکوؤں سے شہر بھیر ہوئی ہوگی مگر جب ان سب بٹ ماروں کا
شمشیر استقلال سے مقابلہ کیا ہوگا تب ہی اپنے مقصد کی بلندی پر پہنچے ہونگے۔
یہ کہ قسمت ہی میں نہیں ہو بر شو وابستہ تقدیر بہت مارے ہوئے لوگوں کے
مقولے ہیں سن چلے اور مستقل جو عروس امید سے ہکنا رہیں کبھی ایسا نہیں کہتے
وہ السعی منی والاثام من اللہ تعالیٰ کہتے ہوئے اپنے کاموں کو کرتے ہی چلے جاتے ہیں
اور آخر کو کامیاب ہوتے ہیں اگر ایک مستقل مزاج زمیندار اپنی اراضی کی درستی
اور آبادی میں مصروف ہو اور اٹھے اپنے مایہ نضاعت کو اس اراضی پر شمار اور اپنی

تدایر کا انبار جنگل کے گلزار بنانے میں صرف کیا ہو بیمار ہو جائے اور اسکی سسی اور توجہ
 پاؤں لنگڑے ہو جائیں اور جان پر بجائے اس سے اسوقت حکیم صاحب جو معالج ہوں
 لکھال عنایت نصیحت فرمائیں کہ کو کٹھری باندھو اور یہاں سے اب چلدو ورنہ مری جا
 جاؤ گے اور وہ رو رو کے کہ حکیم صاحب میں یہاں سے ہٹاؤ میرا کیا کر یا سب ہٹا
 میں کیونکر جاؤں اور جاؤں تو کہاں جاؤں اور جاؤں تو کیا کھاؤں اور حکیم صاحب
 فرمائیں کہ بجائی شل مشورہ کہ جی ہو تو جہاں ہو اور بیمار بعد شکر یہ ہمدردی عرض کیے
 کہ نہیں جناب یہ شل تو اٹھی ہو جہاں ہو توجہ ہو اور اپنی جگہ سے نہ ملے اور انجام کو مری جاؤ
 یا اچھا ہو جائے تو معلوم نہیں کہ وہ اپنے فعل کا سرکار عقلا سے کیا صلہ پائے اگر کوئی
 یہ کہے کہ اس بیمار نے جہالت کو کام فرمایا اور اچھا ہو گیا تو بھی یہ کیا تھا اور جو مری
 تو اپنی ضد کا مرقہ چکھا تو ممکن ہو کہ اسپر یہ اعتراض ہو کہ اگر ایسے ہی افعال جاہلانہ سمجھتے ہیں
 تو دشمن سے لڑنے اور ملک کی حفاظت کرنے کو میدان جدال و قتال اور حرب و جہد میں نہ
 بڑن و بکیر کے نعرے بلند ہوں اور بلواریں چمک رہی ہوں اور دناؤں بندوق او
 تو ہیں چل رہی ہوں اور موت نہایت ارزاں اور صحت و سلامت بہت ہی گرانی پر
 گنتی ہو کوئی بھی جا کر عاقل نہ کہلائیگا ایسے معارک صعب میں جو جاتے ہیں وہ تو
 جی پر کھیل ہی کے جاتے ہیں اور اسی سلسلہ پر یقین کر کے جان جو کھم کرتے ہیں کہ جہاں
 توجہ ہو اگر ہمارا ملک ہمارا وطن ہمارا آؤ وقتہ ہماری جایدا جاتی رہے تو پھر جی کر کیا
 کریں گے اور جیتے بھی رہے تو مروے سے بدتر ہونگے جن لوگوں نے تاریخ کو ملاحظہ کیا ہو
 اور بڑی بڑی لڑائیوں کے حالات پڑھے ہیں انپر منفی نہیں ہو کہ اسی قسم کے
 مستقل مزاجان نے بڑے بڑے موکوں میں اندک جمعیت سے فوج مستقر ہون پر

فتح پانی ہوا ورتھوڑون نے بہتوں کو بھگا دیا ہر مگر خجکے فرار جین مردی اور تھکال تھا
 آنکے حسب حال یہ حکایت ہر جیکو منشی سید غلام حسین خان بہادر خجکے آرا نگاہ پائی
 سلک نظم میں منسلک کیا ہے۔

<p>ہنوز دم بیا دست نقل غوثی ہلک تیار سی سپاہی دلیر زلفش بود خوش مہوشے حور نام بچنگ سپاہان ز ملک تیار چون ہنگامہ کارزار عیان پس از گشت و خون چون بر پوشتا گریزان شد آن مردوزان ز درگاہ بزد نعرہ زان میانش کسے بحیرت درم میگریزی چہا کشی ار ملقب بہ غازی شوی یہ حور اشوی بکنت رو بقل بگفتا مرا بست در خانہ حور</p>	<p>کہ بد مردز اہل و کمال و ہشی شجاعت شمارے بہانہ شیر بہم صحبت او چہ صبح و چہ شام بہر اہ شہ نشد بہ اسب سوار شد از ہر دو سولیش بگز و بان ظفر شد نمایان ہر دو سہ خلافت شتابان بدنوے کہ یکب نگاہ کہ در مردیت چون ندارم شکے بزنی تیغ بر فرق اہل و عا و گر کشتہ گردی بہ جنت روی بیا و بیا در مصاف جدل و ہم جان بہ سہ چہ باشد ضرور</p>
---	--

شک نہیں ہو کہ جو نقد عافیت کو نہی سلامت پر ترجیح دیتے ہیں وہی دشمن ملک
 و قوم و ملت و دولت ہوتے ہیں اور اپنی جان و مال کو ایسا غریب کرتے ہیں کہ چاہو
 ہزاروں کا جان و مال تلف ہو مگر انکی خیر ہو حالانکہ آخر کو انکی نہ جان بچتی رہے
 مال بچتا ہو اور سیلاب آفت میں انکی کشتی سلامت ڈوب جاتی ہے۔

تلون کی ضد استقلال پر اور استقلال کی رفیق محنت ہے مگر محنت سے مراد زمین کو دنا اور گوال
سمان بنیادی نہیں ہے بلکہ طبیعت اور دل و دماغ کا متحدہ پاٹون سب کو ایک جانب متوجہ
رکھنا محنت کی تعریف میں داخل ہے جن انسان میں تلون نہیں ہے اور استقلال کے
ساتھ محنت آنکے قابو میں ہے اور وقت کی قدر و منزلت بھی نگاہ میں ہے وہی جاگیر دار دنیا
اور عقبی کے میں اُمیدیں کا یہ مردانہ قول ہے۔ ۵

مشکلے نیست کہ آسان نشود | مرد باید کہ ہر آسان نشود

محنت اور استقلال انسان کے وہ جوہر ہے بہا میں جنکے پانگ میں ذہانت
اور دُکا یا جو قیمتی خاصہ یا شے سمجھی جا سکے ویسی ہی بد نما اور حقیر ہے جیسے ہیرے کے ستارے
لولا اور موتی کے ساتھ کوڑی یہ قول۔ ۵

بہسی کار فرما کار گریست از میگوید | سر آمد کوہ کن نان شد کہ شیرین بد کا شیرین

بالکل صحیح ہے اور تا وقتیکہ سعی اور محنت کرنے کا کوئی عمدہ باعث نہ ہو سعی نہیں
ہو سکتی مگر جو شیرین کی طرح باعث ہو سکتی ہے وہ شیرین سے شیرین امید ہو فطری کی
امید پر لڑائیوں میں انسان جاتے ہیں جیسے ہی کی امید پر نہر کھا لیتے ہیں غرضکہ
استقلال کے ساتھ معمولی عقل سے جو ہر شخص کو واسطہ حقیقی نے عطا کی ہے چاہو جس
امید پر ایک طمعتی کشتی کا ناخدا بنے تو اسکا بٹیرا پار ہے ایک گند ذہن یعنی جسکا فطر
نہند لاہو اور ذہن جسکا وہی جوہر مجلا ہو ایک ساتھ بڑھنا شروع کریں اور برابر
محنت کریں چاہے ذہن جلد مندھی ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ گند ذہن ناکام نہ
دنیا میں آج جس شے کی جگہ گاہٹ ہو وہ اُمیدیں لوگوں کی کمائی ہے جبکہ محنت کی عادت اور
مشکلون کے برداشت کی قوت تھی گو یہ سچ ہے کہ جسکو فطری ذہانت ہے اسکی سمجھ میں

شکل بات جلد آجائے مگر ساتھ ہی آئینے میں کے ذہن سے اسی مرکب سے آنے جلد سمجھ لیا تھا نکل جانا بھی
 اتنا ہی سامان ہر جتنا سمجھنا تھا اگر ذہن کی مثال ایک تیرہ گھوڑے سے اولیاءِ مذہب کی لہجہ ہو سے
 اونٹ سے دیجائے تو کیا گھوڑا تیرہ چالاک سوار کو اپنی پیٹھ پر لیکر جلد منزل پر پہنچ جا
 تو اسی منزل پر آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر اونٹ نہ پہنچے گا ضرور پہنچے گا فرق یہ ہوگا کہ گھوڑا
 جلد اور اونٹ دیر میں پہنچے گا بلکہ بہتر ہوگا کہ کتہ ذہن کی مثال تیرہ سے دیجائے کہ چہر
 نقش ہونا آسان نہیں ہو مگر جب نقش ہو گیا تو شانائے حاصل نہیں ہر جتنا چاندی کے
 نقش کا دور کرنا اگر غور سے دیکھا جائے تو صاحبانِ ذہانت اور خداوندانِ حافظہ
 اور ان کے خلاف کے لوگوں کی قوتِ دماغی اور جذبِ دلی میں اتنا ہی فرق نکالے گا کہ پہلی
 قسم کے لوگوں کو جو بات تھوڑی محنت سے آجاتی ہو اسکے حاصل کرنے میں دوسری قسم کے
 لوگوں کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہو مگر محنت کرنے میں وہ دونوں کا درجہ مساوی ہو چھٹین
 کہ ذہن خود اقرار کریں کہ انھوں نے جو کچھ سیکھا ہو وہ ان کے ذہن کا نتیجہ نہیں ہو بلکہ محنت
 پہلے پر منحصر ہو کہ بلامنت اور استقلال اگر کوئی شخص چاہے کہ کچھ حاصل کرے تو ممکن
 نہیں ہو اس لیے محنت کے ساتھ امید اور بہت اور دلیری کو رفیق کرنا چاہیے ورنہ محنت
 بے محنت کے برابر ہو اس واسطے کہ جب ناامیدی کی گھٹا سر پہ چھپائی ہو اور پست ہمتی کا دیا
 ڈبانے کو موجود ہو تو محنت ہو ہی کب سیکھی دلیری اور جسارت ہی دنیا کے کاموں کی
 بنانے والی اور عقبی کے امور سنوارنے والی خاصیت انسانی ہو اگر یہ خاصہ ہو تو انسان کچ
 بنائے کچھ نہ بنے دلیری ہی سے تو انسان فتح اور ظفر کی امید کر کے بولناک معرکوں میں
 گھس پڑتا ہو جلتی ہوئی توپ کا منہ بند کرتا ہو دستِ آتش کا مقابلہ کرتا ہو دلیری ہی
 آدمی کو ہر قسم کی قوت کو کام میں لانے کے لائق کرتی ہو دلیری ہی امیدوں کو اچھائی

اور محنت کے باغ کو سرسبز کرتی ہو اور سعی کے گلشن میں پھول ٹھیلاتی اور بیل لگاتی اور بہار دکھاتی ہو۔ امرا اور صاحبان ثروت سے زیادہ دلیری اور جرات فلکِ دلوں اور کنگالوں کو برومند اور کامیاب کرتی ہو کہ وہ اسی نعمت سے مالا مال ہو کر اپنی منہج کے دنوں کو کاٹتے ہیں جن دنوں میں جلاک دھوپ سے کرہ دنیا جہنم بن جاتا ہو سموم کے جھوکے چلتے ہیں وہ مکانون کی جلتی ہوئی بلسند چھتوں پر چڑھ کر اور بھی آفتاب کے قریب ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی بلند دیواریں اٹھاتے ہیں اور دلیری کی بدولت نہ تو لوہے ڈرتے نہ گھر پڑنے کا خوف کرتے ہیں جب بادل گر جتے ہیں اور کالی گھٹا سے روز روشن شب تاریک بن جاتا ہو اور بجلی کی چمکا چوند لگتی ہو تو پانی کے سیلاب سر پر بوجھالیے روندتے چلے جاتے ہیں نہ بجلی کے گرنے کا آنکھ خیال ہوتا ہو نہ کسی اور آفت کا جاڑے میں جب برف گرنا ہو چھتوں اور راستوں کو وہی بے پروائی اور دلیری صاف کرتے ہیں اور گرتی ہوئی برف کو اپنے سر لیتے ہیں اپنے بدنوں کو چمکتا چور کرتے ہیں آن بچاروں کو جان جو کم بلند یوں پر چڑھانے کے کنوئیں جھکانے سسٹن سیدانوں میں پھرانے والی پیاری عروس امید ہو جو انکی بغل میں ہوتی ہو اور اسی کے سہارے سے دلیری اور جرات کرتے ہیں اور خوف و خطر سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

خلاف سنگدستوں اور مفلوکوں کے جو مالدار ہیں آنکھوں میں امید ہی سے زیادہ آنس ہوتا ہو اور آنکھیں کی زبان سے یہ سنا جاتا ہو نا امید ہی اول امید ماست۔ اور باوجود پست ہمتی اور پلاس کے جو آنکے دل پر چھایا رہتا ہو اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ آنکھوں پر اند بنا دیتی ہو اور اسی سوچ و فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر خواہش پوری نہ ہو

قدم اٹھائیں تو ٹھوکر نہ کھائیں گھوڑے پر سوار ہوں تو وہ دے نہ مارے گا ٹی پر دین
تو ٹوٹ نہ پڑے اور اسکے مصداق نہو جائیں۔ دونوں دین سے گئے پانڈے۔ حلوائے
نہ ماڈھے۔ پھر ان خیالات خام اور دور از کار او نام کے سوا اپنے ہی سے مزاج اور
طبیعت کے لوگوں کے ہاں اوقات ہو کر طالب راے ہوتے ہیں اور ان سے بھی اتنی قسم کی
صلاح پاتے ہیں جیسی خود انکی تھی اور انجام میں یہ کہہ کر۔

از خیال این و آن سر شتر را گم کردہام | شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر نا

تمنا کی سرکار میں باز دعویٰ اور استغناء داخل کرتے ہیں یہ اتنے نہیں ہوسکتا
کہ جو قصد کیا جو ارادہ دہن میں گذرا اسکے انجام کی دھن باندھ لین صبر و تحمل
اور استقلال اور بہت کی فوج لیکر اسید کے سہارے میدان کارزار میں جا پہنچیں
اور سستی سے دشمن سے ہم نبرد ہوں اور اسکے ساتھ نامتھ پائی میں جو محنت پڑے ہو
جھیل جائیں اور ہرگز انکے عالی خیالات میں نہیں گذرنا کہ عاقلوں کا مقولہ ہو کہ ماتم
معشت اور رزق پہلے کاہلی۔ دوسرے عورتوں سے رغبت۔ تیسرے بیماری و امی۔
چوتھے الفت وطن۔ پانچویں قصور بہت۔ چھٹے خوف ہو اور یہ مولع صرف صاحبان
تمول کو لاحق ہوتے ہیں کاہلی اور قصور بہت اور خوف تو انکا خزانہ آنہن پیدا کرتا ہے
اور اسی کے حفظ کے لیے آفت وطن پر مجبور ہوتے ہیں اور عورتوں کی محبت اور بیماری
سستی مل دہی خزانہ بازار بے اعتدالی سے خرید دیتا ہے مگر سارے مالداروں پر کور کا بالا
اتسام لگانے بھی بڑی ہٹ دھرمی اور گستاخی ہوگی کیونکہ اگر سارے اغنیاء
علتوں میں مبتلا ہوتے تو کنگالوں کی بڑی محنت سے کچھ بھی دنیا میں نظر نہ آتا بڑے
بادشاہ اور صاحبان حکومت اور دولت ایسے گزرے ہیں کہ عین ایام فراغت میں

جس امر پر انکے ذہن جم گئے آسکو کر ہی چوڑا اور کسی آفت کے پیش آنے پر اپنے تومن
 مراد کی باگ کو نہ موڑا چنانچہ مشہور ہے کہ اوزنگ زیب شہنشاہ ہندوستان کو بستر عیالات پر
 یکایک جو کسی خراج گزار کے ہوا تو اس کی خبر پہنچی تو باوجود شدت بیماری سیدھا ہوشیا
 اور حکم دیا کہ مردن موقوف قبر اسما سازید اور سعا اسکی تاویب کو طہ یا یون ہی
 اور ہزاروں مثالین بیان ہو سکتی ہیں مگر صاحبان فہم کو حاجت نہیں ہے انکو خوب
 معلوم ہے کہ امرا اور اہلیانے کیسی کیسی محنت کی ہیں اور اپنی جہارت اور دلیری سے
 کیسے کیسے نشان قائم کیے ہیں۔ حق یہ ہے کہ بہت اور امید اور محنت سے انسان خاک کی بنیان
 جو چاہے کر دکھائے اور جان چاہے جا پہنچے بلند ہوتی اور عالی حوصلگی کے لیے کوئی
 خاص قسم کا ظرف درکار نہیں ہے چنانچہ ایک دکھیا بڑھیا کے لڑکے نے ایک ٹوٹا ہوا
 سرو تہ کہین پڑا پایا آسکو وہ بڑی خبرداری سے رکھتا تھا اور حفاظت میں کوئی
 رقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا اسکی مان نے جو اسکے اہتمام کو دیکھا اور پوچھا کہ مکے روکے
 ٹکڑے کی کیوں خبرداری کرتا ہو تو اسنے کہا کہ اماں یہ ٹکڑا آنکس سے مشابہ ہے اور اسٹیل
 میں اس خیال سے آسکو رکھا چاہتا ہوں کہ جب مجھے ماسحتی میسر ہو تو مجھ کو یاد دلائے
 کہ میں بچپن میں آرزو رکھتا تھا کہ ماسحتی میرے بیان بندھے اگرچہ اسوقت تو کہینا
 صرف مان کے ہنسے کا باعث تھا مگر جب اسی لڑکے نے اپنی سعی اور کوشش سے
 ایک نہیں کہی ماسحتی خریدی تو وہ بڑھیا بار بار اپنے فرزند کے ابتدائی خیال کو یاد
 کرتی اور دہراتی تھی اور اکثر اپنے پیارے بیٹے سے کہتی تھی کہ بیٹا تیرے ابتدائی ارادے
 بلند تھے دنیا میں برابر دکھائی دیتا ہے کہ ایک ہی خاصہ اور فطرت کا بچہ جیسا مالدار کے
 یہاں پیدا ہوتا ہے ویسا ہی کنکال کے گھر بھی ہوتا ہے مگر ملا لیا خاصیت اور فطرت کے

جو وہ نون پچون مین یکسان ہوتی ہر مالدار کا بچہ دولت و مال کا وارث ہو کر خود بھی مالدار کہلاتا ہے اور نادار کا بچہ عسرت کا ارث پا کر اپنے باپ کا خطاب حاصل کرتا ہے اور دونوں کی ابتدا تو اپنے اپنے باپ کے اعتبار سے ہوتی ہے مگر انتہا خود آنکے ہاتھ بڑھتی ہے اکثر مالداروں کے فرزند در بدر و ذلیل و خوار ہو کر بدتر از نادار ہوتے ہیں اور بیشتر ناداروں اور مفلسوں کے بچے اپنے کرتوت سے سایہ و لذت و رزق کے مال اور دولت سے بھرپور ہوجاتے ہیں اور اس حالت کو دیکھ کر کون خط امتیاز دونوں طبقوں کے پچون مین کیسے نکالے گا اور کس کو کمزور اور کسے زور آور اور کس کو انہونا اور کسے ہونہار بھانپ سکتا ہے مگر مان آسوقت کہ جب وہ بچے بڑھتے اور اپنے پائوں چلتے پھرتے بولنے لگتے ہیں اور اپنی خوبی کے جوہر ظہانہ حرکتوں میں ظاہر کرتے ہیں اور ان حرکتوں سے جب جرات اور دلیری اور استقلال جھلکتا ہے تو البتہ عقلاً اندازہ کر سکتے ہیں کہ کون کچھ ہونہار ہے۔ ۵

زلیح روئے کو کوک برتوان خواند	کہ بدیانیک باشد و بر بزرگی
سرشت نیک و بد پنهان نمائند	توان دانست ریحان از دوبرگی

جسکا ہندی ترجمہ صریح ہونہار بروا کے چکین چکین بات ہے فی الواقع نہ کسی انسان کی خاصیت اور فطرت میں تمول ہے نہ افلاس اور اسی اعتبار سے نہ کوئی چھوٹا کہا جاسکتا نہ بڑا مگر سعی اور محنت جسکو چاہے چھوٹا کرے اور جسکو چاہے بڑھا دے اور زبان خلق سے جسکو چاہے صاحب اقبال کہلائے اور جسکو چاہے زیر بار او بار اور منطقیوں کو اختیار ہے کہ وہ جہاں فرین و ناظم حقیقی پرچاہے الزام لگائیں یا انصاف سے اسکی سچی عدالت کے قائل ہوں اور اپنی ناکامی کو خواہ حوالہ نقد بر کرین یا

والبتہ تدبیر جانین مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اُس واسطہ حقیقی نے اپنے فضل بے انتہا انسان کو سب مقدور دیا ہے اور جو چاہے وہ حاصل کر سکتا ہے۔

باب پنجم

اگلی پر تو نور یقین و شمع جانم را | الشہادۃ حرف باطل و کفر لہجہ جانم را

بلافق نوعی بر انسان کو حاجت بہرسانی معیشت کی ہے اور محنت کرنے پر مجبور ہے جہان تک انسان نظر آتے ہیں سب بنی آدم ہیں اور کون انکار کر سکتا ہے کہ سب ایک ہی مان اور باپ سے پیدا ہوئے اور سب میں ایک ہی خون اور گوشت نہیں ہے سارے انسان چاہو کسی برا عظم میں پیدا ہوئے ہوں یا کسی قوم میں اپنے کو شمار کریں یا کسی ملک میں رہتے ہوں گورے ہوں یا کالے ہونٹ موٹے ہوں یا ناک چھوٹے ہوں ایک ہی قسم کے اعضا اور چوڑی رکھتے ہیں اور ایک ہی طرح پلتے اور بڑھتے ہیں اور آخر کو موت سب کو ایک ہی طرح صفحہ دنیا سے مٹا دیتی ہے اور جب یہ حال ہو تو چاہیے تھا کہ کل بنی آدم کی ایک ہی حالت ہوتی حالانکہ جہان تک پھیلا جاتا ہے حالت انسانی میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جس طرح تمام دنیا کی موجودات کسی نہ کسی اعتبار سے تین درجوں میں منقسم ہیں اسی طرح بنی آدم بھی تین درجوں اعلیٰ اوسط اور ذلی میں بٹے ہوئے ہیں درجہ اعلیٰ میں تو امر داخل ہیں جو صاحبان مال اور دولت ہیں اور متوسطین میں انکا شمار ہے جو اپنے مایحتاج پر قادر ہیں اور ذلی درجہ میں وہ ہیں جو بھرتی ہیں جو بہرسانی قوت لاموت میں ورماندہ اور اپنی احتیاج کو رفع کرنے میں پریشان ہیں۔ چاہو یہ تقسیم اس لیے غیر بایں ہے کہ بنی آدم کو تقسیم مذکور کی بنا مال اور دولت پر ہے اور بہت ممکن ہے کہ جو بزرگوار ایک دن طبقہ اعلیٰ میں گئے جائیں

دوسرے روز مال اور دولت کو کر درجہ ادنیٰ والوں کی صف میں بیٹھیں اور درجہ
ادنیٰ والے مال اور دولت حاصل کر کے آنکے جانشین ہوں اور یوں ہی متوسطین
گھٹ بڑھ کر ان دونوں صفوں میں سے کسی میں داخل ہو جائیں لیکن فی زمانہ
یہی تقسیم جاری ہو اور اس تقسیم سے بہتر کوئی اور تقسیم ہو بھی نہیں سکتی اس واسطے کہ
جس اعتبار پر تقسیم کیا جائے وہ اعتبار خود ناپائدار ہو گا مثلاً تقسیم مذکورہ بالا باعتبار
علم و فضل کی جائے سو حصول علم اور فضل کے واسطے یہی مال اور دولت ہی درکار
ہو گی اور حامل چو ادنیٰ درجہ میں گناہا سکتا ہو وہ سب اور صرف مذکورہ کے اپنا شمار
اول میں کر سکتا ہو یا اول آدم میں جو کسی وجہ سے نامی اور گرامی مشہور ہو گئے ہیں
انکو درجہ اعلیٰ میں اور چو انے گھٹ کر گندے آنکو متوسط اور گناہوں کو اونٹنے
قسم میں داخل کیا جائے اور انکی اولاد اور احفاد نسلاً بعد نسل اپنے مورخوں کے
مراتب میں بدستور قائم مشہور ہو اور شرافت قومی اس تقسیم کا نام رکھا جائے تو یہی
صحیح نہیں ٹھہر سکتا اس واسطے کہ ضرور نہیں ہو کہ اعلیٰ درجے والے مورث کے سب
وارث مستحق ارث کے ہوں بلکہ بہت ممکن ہو کہ اسی مورث کی اولاد میں ایسے بھی
پائے جائیں جو ادنیٰ درجے کے انسانوں میں بھی گئے کے لائق نہ ہوں و شیطاں
مساوی ٹھہریں۔ ۵

پسر نوح با بدران بہشت	خاندان نبوتش گمشد
مشہور ہو اور بہت بھلے کے ان بھلے اور بہت دان کے سوہم بہت کہوت سپوت کے جیسے پاک میں و عوام زبان زد عام ہو غرض کہ جب خود انسان ہی کی جو جس حیثیت سے اسکی تقسیم کی جائے وہ بھی ناپائدار اور تغیر رنگی اور اپنی استعداد	

ایک پدر و جد کر کے ادنیٰ سے اعلیٰ اور دوسرا سستی اور کمالت کر کے فلکس برتری سے
تحت الثریٰ میں پہونچکا اور ایسا ہی قدیم سے چلا آتا ہے۔

روشن ساز اداگان دانشمند	بوزارت بہ پادشہ رفتند
پیران وزیر ناقص عقل	بگدائی بہ روستا رفتند

غرض کہ جب تقسیم درجہ ہمارے انسانی غیر مستحکم ہو تو جو لوگ درجہ اعلیٰ میں
داخل ہیں اور نیز متوسطین کو چاہیے کہ ادنیٰ درجہ والوں کے بچوں میں سے جو
ہو نماز اور محنتی ہوں انکی دستگیری کریں اس واسطے کہ انکے مان و باپ کو خود اپنا
پیٹ پالنا دیکھیں اور تربیت اولاد کا مقدمہ کر کے ان سے لائین و توجہ کرتے ہیں
از دوست گداے بنو آئید بیچ

یا انکی یہ عرض ہے۔

اگر سن نا جوانمردم بہ تدبیر	تو برین چون جوانمردان گذر کن
-----------------------------	------------------------------

لیکن جو لوگ انکی آواز پر کان نہ لگائیں وہ اسکا تو خوف کھائیں کہ کیوں انکی
اولاد گھٹ کر ان فریادیوں میں نہ پہونچ جائے اور پھر نوح کی مہمتری کی مدعی
نہ بنجائے اور اس واسطے ضرور ہے کہ وہ تعلیم و تربیت میں اپنے بچوں کے اہتمام کریں
اور وقت تعلیم کا ہاتھ سے نہ دیں۔ ثان اگر انھوں نے اپنی اولاد کے واسطے کوئی
او تقسیم نکالی ہو اور ایک درجہ اور ان لوگوں کا شمار دیا ہو تو شاید وہ بے پروا
ہونگے اور یہ سمجھ ہونگے کہ اگر انکی اولاد جاہل رہ جائیگی یا حالت افلاس میں ہوگی
تو بھی وہ اپنے آبا و اجداد کے نام پر بیگی اور لائق پرستش و شہرگی سوا دل تو انکی
انوکھی تقسیم مافی نہ جائیگی اور مافی بھی جائے تو شہر واکا حکم کیگی یعنی جہاں تک

انکا نام مشہور اور شہر ہوگا اور جب تک رہ سکیگا وہیں تک اسی وقت تک کو بیٹھ
کپڑوں اور لباس جہالت میں کوئی عزت دیکھا مگر آخر کو وہ درجہ ادنیٰ سے باہر کیونکر
رہ سکیں گے اور کہا تک ایسے لوگوں میں۔ ۵

آن ناکسان کہ فخر با جہاد میں کیندا | چون سب بہ استخوان ل خود ہو کیندا

داخل اور شامل رہیں گے۔ جیسا ابتداً باب ہذا میں بیان کیا گیا کہ ہر گاہ سب انسان
ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں تو مثل دیگر موجودات کے آنکی حالتیں مختلف کیوں ہیں
سوا سپر کوئی تعجب کرنے کی وجہ نہیں ہو اس واسطے کہ ہر قسم کے موجودات کی کوئی کوئی
کان عزت ہو اور ایک ہی اسباب اور علت سے کم عدم سے وجود شود میں آئے ہیں
اور حسب طرح آنکی تقسیم جس اعتبار سے ہو سکتی ہو ویسی ہی انسان کی بھی ہونی چاہیے
تھی سو ہوئی مگر چاہو وہ تقسیم کیسی ہو اور حالت موجودہ اچھی سے اچھی یا بُری
بُری ہو مگر کسی درجہ کا انسان اپنی معیشت کے حاصل کرنے سے مستغنی نہیں ہو
اور قارون کا سا خزانہ بھی اگر معیشت میں صرف ہوتا رہے تو اکتفا نہیں کر سکتا
اور اس لیے بھرسائی اپنی مایحتاج میں شاہ و گدا اپنی اپنی حیثیت کے موافق گرفتار ہونا
اور اگر کوئی یہ کہے کہ بادشاہ کی اولاد اور احفاد کو اپنی معیشت کی فکر کی کیوں ضرورت
ہوگی اور مالکان اراضی کو جس کے بیان غلہ با فراط پیدا ہوتا ہو کیا ڈھونڈتا ہو تو
یہ سوال ایسا خیال ہوگا کہ بلا سمجھ کیا گیا اس واسطے کہ بادشاہ کو تو خود اپنی معیشت کی
فکر ہوتی ہو چہ جائیکہ بادشاہ کی اولاد بادشاہ کو تو اپنی رعایا سے بھی اپنے لیے زیادہ
فکر کرنی پڑتی ہو جس کے رتبے میں سوا آنکو سوا شکل ہو بادشاہ کی فکر اگر خود اپنی ہی
معیشت تک محدود ہوتی تھان تک آسان تھی بادشاہ کے ذمہ تو تمام اسکے قلمرو کے

ہاشمہ دلت کی معیشت کی فکر بندھی ہوئی یون ہی جبکہ پاس زمین ہوا اسکو اس
 زمین کے بقا کی تدبیریں اور چہ نہیں کو چہ تے ہیں اور زراعت پیدا کرتے ہیں انکو بھی اپنی
 معیشت کے تمام کٹے کی فکر لگتی ہیں یون ہی ہر ایک صاحب دولت کی صورت ہر اور جب یہ
 باور ہوا کہ کوئی درجہ انسانی ایسا نہیں ہو کہ جو حالت تغیر اور تبدل میں ہو اور فکر معیشت
 ہر ایک کو بطور مساوی لاحق ہو تو نو جوانوں کو لازم ہو کہ جب اپنی استعداد علمی کو
 اس حد تک پہنچائیں کہ اپنی بھلائی یا بڑائی پہچان سکیں تو خواہ اپنی راے سے
 یا والدین کی صلاح سے ٹھہرائیں کہ انکی زندگی کے بسر اور روپیہ پیدا کرنے کا کون
 ذریعہ بہتر ہوگا اور ایسے تصفیہ کے وقت دھیان کریں کہ دنیا میں زندگی کے بسر
 کرنے کے جتنے ذریعہ ہیں ان سب میں روپیہ حاصل ہوتا ہو اور روپیہ جب دیانت کے
 ساتھ حاصل کیا جائے تو چاہو جس ذریعہ سے اور پیشہ حرفت اور صنعت سے حاصل
 کیا جائے نہ وہ ذریعہ مفہوم ہوگا نہ وہ پیشہ ذلیل ہوگا بلکہ وہ سب ذریعے اور پیشے
 مبارک ہیں جنہیں ایمان داری اور دیانت داری بہتی جاوے خواہ ان پیشوں کی وجہ
 کپڑے میلے ہوں یا ماتھے گندے ہوں اور کوئی ایسا پیشہ نہیں ہو کہ جبکہ اختیار کرتے
 کوئی حقیر ہو جائے یا ذلیل ٹھہرے جب روپیہ کثیر ہوگا تو حقیر بھی غریب ہوگا اور جب روپیہ
 نہ ہوگا تو غریب بھی حقیر ہو جائیگا اور عزت ملنے کے لیے صرف ایسی دیانت انسان کو
 درکار ہو جو ہر طرح میل ریا و مکاری سے خالص ہو۔ اور جب تصفیہ ہو چکے کہ کون
 پیشہ اختیار کرنا چاہیے تو اسی پیشہ کے متعلق علوم حاصل کرنے کی جانب اپنے
 حسد توجہ کی باگ کو پھیریں اگر کسی لڑکے کے والدین اسکا تصفیہ کریں کہ انکا لڑکا
 پیشہ سے دین ہو تو ابتدا ہی سے اس لڑکے کو اسی راہ پر چلنا چاہیے اور اسی خال کے

ساتھ اسکو تکمیل اپنے تحصیل علوم کی کرنا چاہیے اور ہر علم سے اسی کے متعلق نتیجے نکالنے کا سلیقہ پیدا کرنا چاہیے اور خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک بہت بھاری کھجوری میں جو تانگیا ہو اور اس کے ذمہ کیا گیا ہو کہ تمام علوم پر وہ ماہر ہو اگر وہ کسی علم میں قصور کر لیا تو اس کے مقابلہ کرنے والے اسی میں اس سے بحث کرنے کو تیار ہونگے اور جب وہ اپنے کو پیشواۓ دین قرار دیکر اسپر بڑی بڑی ذمہ داری عائد ہونگی۔ ۵

پیشواۓ راجاۓ در قضا ست | واسے بر فردے کہ سر دفتر بود |
یا کسی نے کوئی اور ذریعہ زراعت تجارت حرفت صنعت کا اپنے لیے چنا ہو تو اس کے متعلق اکتساب علوم کی اہ اختیار کرنا ضروری ہو پھر اس راہ میں پوری اور محنت ستم کرنی لائے ہو اگر ایسا نہ کیا جائے اور کسی غرض کو خاص قائم کر کے تحصیل علم نہ کیا جائے تو وہ غرض پوری نہ ہو سکیگی مگر جب تحصیل علم کی بنا کسی خاص مقصد پر محدود ہوگی تو اس مقصد کے متعلق سارے علوم محنت اور توجہ کامل سے کیئے کی رغبت ہوگی اور جب علم متعلق مقصد نہ ہو پوری توجہ سے حاصل ہوگا تو اس کی بقا اور ثبات ہوگا اور وہ مقصد نہایت کامیابی کے ساتھ حاصل ہوگا۔

چاہو جو پیشہ اختیار کرنے کا مقصد ہو اس کے ساتھ یہ یاد رکھنا لا بد ہو کہ کوئی پیشہ اور کوئی ہنر بے اسکے کہ اسکے متعلق کی باہکیاں سیکھی جائیں اور اپنے علم کامل حاصل رونق نہ پاسکیگا اور اس واسطے پڑھنا لکھنا سیکھنا ہر علم کے حاصل کرنے کا ابتدائی سامان ہو جہان کے باشندوں نے اسکا فیصلہ کر لیا ہو کہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہو وہی روز بروز نیچے ہوتے چلے جاتے ہیں اور انھیں ترقیوں کے دروازے بند ہو گئے ہیں اگر ایک لوہار یہ سمجھ لے کہ اسکے پیشہ کے واسطے

اچھی قدر کافی ہو کہ وہ اپنے لڑکوں کو جس طرح وہ لوہا گالانا اور گڑھنا جانتا ہے سکھلا دینگا اور کوئی حاجت ان لڑکوں کو لکھنے پڑھنے کی وقت اٹھانے کی نہیں رہی تو بہت کتابیں کہ وہاں تک اسکی رائے صحیح ہو کہ جتنا اسکو خود سلیقہ ہو اسکے لڑکوں کو بھی پیدا ہو جائے مگر بدون لکھنے پڑھنے ہونے کے ان لڑکوں کے امکان میں نہوگا کہ انہیں وہ گھبراہٹ کر سکیں یا اپنے باپ کی مناعی سے آگے قدم دھر سکیں لیکن اسی گھبراہٹ کے جب لکھ پڑھ جائیں اور یہ فیصلہ بھی کر لیں کہ وہ بھی اپنے باپ کا پیشہ اختیار کرینگے اور تب فنِ حدا دی سکے متعلق کتابوں کو سہم ہونچا کر توجہ کامل اور منتِ مستمر کے ساتھ پڑھنا شروع کریں اور اپنے دماغوں میں بھر لینگے تو کہیں اپنے باپ سے وہ افضل نہ ہونگے اور ایجاد کا سلیقہ حاصل کر کے اپنے باپ سے سو چند معیشت بہم پہنچا دیں اور یوں ہی دوسرے پیشہ وروں کا حال ہوگا۔

افسوس ہو کہ ہندوستان کے پیشہ وروں نے ایسا ہی کچھ خیال کر لیا تھا جیسا ایک گھبراہٹ کا اور پر بیان ہوا اور اسکا یہ نتیجہ ہو کہ ہندوستان میں جو مناعی تھی وہ یہاں تک کم ہو گئی کہ اسکو کم کہہ سکتے ہیں مگر اہل یورپ نے ان پیشوں کو لکھ پڑھ کر وہ سونق دی اور وہ ایجادیں کیں کہ جنکو ہماری آنکھیں دیکھ کر چکا چوند کرتی ہیں اور چونکہ یورپ کے اہل فنون کے نمونے ڈھیر یوں ہندوستان کے بازاروں میں دیکھنے والے دیکھتے ہیں لہذا انکے بیان میں صرف کتاب کو طوالت دینا اور اپنے کو دیر یا بے حسرت اور حیران میں ڈبونا ہی ایک مرتبہ تصنیف کرنا ہو۔

باب ششم

اکسی خاتمہ مرسلجان ساز نامہ را
و فیض اسم غظم نمیش تاثر کلام را

محنت اعتدال سے زیادہ نونا چاہیے اور ہر شخص کو اپنا معین اور مصلح خود بنانا چاہیے
 اور اپنے حقوق کی عنان خود اپنے ہی ماتمہ میں رکھنا چاہیے
 اگرچہ رات تھوڑی اور کہانی بہت ہو مگر تقریر کو زیادہ طول دینا اور سارے مطالبہ کو
 بیان کرنا مشکل ہو لہذا کچھ تھوڑا سا اویقین لے کے یہ لکھا جاتا ہے انسان کے لیے
 ضرور رہنمائی ہو کہ ابتدا ہی سے روپیہ آپس کے ماتمہ میں ہو تو وہ دنیا میں کامیاب ہو ورنہ
 نہیں اور کہنا شک محنت کرنی چاہیے پس واضح ہو کہ جب تحصیل علم سے انسان
 فارغ ہوتا ہے تو چاہے کسی حالت اعلیٰ یا ادنیٰ میں وہ ہو کام کاج کا بوجھ سر پر آتا ہے
 اور وہ کام یا تو ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں محنت و ماعنی کرنی پڑے یا جسمی اور صرف
 اپنی ہی محنت و ماعنی یا جسمی سے وہ پورے ہو سکتے ہیں یا دوسروں کی مدد سے او
 آئیکے انصرام کے لیے علاوہ ان علوم کے جو حاصل ہوں استقلال اور جفاکشی اور
 محنت ستم کی ضرورت ہوتی ہے اگر کام کاجی آدمی جاہل ہو تو اسکی محنت اور شفقت
 صرف ماتمہ پائون کی تھکا دینے والی ہے اور بے لطف و محض شک مگر وہی محنت
 کرنے والا اگر ذی علم ہو اور انصرام کام میں مشغول ہو تو جو کچھ علم آنے حاصل کیا
 اسوقت کہ کسی کام کے پورے کرنے کی فکر اسکو درپیش ہو عجیب لطف و یگا یعنی ان
 علوم سے اسکا دل ایسا روشن ہو گا جیسا کہ ایک تیرہ و تاریک محل کو اندھیری آتینا
 جھاڑ و فانوس منور کرتے ہیں اور اسکا قلب منور ہو جائیگا کہ کن خصائل عمدہ کو وہ
 اپنا رفیق کرے اور کیونکر کام کو انجام تک پہنچائے اور لکھا کرے اور اسی سوجھ سے
 یہ بوجھ ہوگی کہ دیانت عدالت تحمل سے چلو اور نفع اور ضرر کی دو بین آنکھوں کے
 آگے رکھو۔

یہ سودہ تو ضرور بے اصل ہو کہ انسان کو اپنی معیشت کے بہم پہنچانے کے واسطے
 روپیہ کی ایسی ہی ضرورت ہو جیسے ایک کاشتکار کو اپنی زمین پر بیج پھیلانے کے لیے
 روپیہ کی درکار ہو بیشک اگر روپیہ ہو تو روپیہ اور محنت ملکر جلد اثر پیدا ہو سکتا ہے اور فراوانی
 معیشت کی ہو سکتی ہے لیکن خواہ مخواہ محنت کے ساتھ روپیہ کی حاجت نہیں ہو مگر
 محنت کی اور محنت کی بیشک جبکہ پاس روپیہ نہیں ہے اور محنت ہی محنت کا بھر دوسرے
 اسکو ابتدا وقت سہنی اور مشقت اٹھانی پڑیگی مگر جو جھیل جائے اور کیفیات شکاری
 اختیار کر لیا تو وہ آخر کو صاحب زر بھی ہو جائیگا اور پھر روپیہ اور محنت دونوں سے
 فائدہ اٹھانے لگیگا اور کہیں اس شخص سے افضل شمار ہوگا جسے اپنے کام کی ابتدا
 روپیہ اور محنت سے کی تھی دنیا میں کوئی نہ دکھلائی دیکھا کہ جس نے محنت کی ہو اور دولت
 نہ پائی ہو مگر ہو سکتا ہے کہ پہلے محنت سی ہو مگر آخر کو کعبہ کے چھوڑ دی ہو اور وہ مہم
 رہ گیا ہو سودہ حیران و حقیقت ثمر غفلت ہے نہ نتیجہ محنت مان بڑی محنت سے بھی
 اس صورت میں کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا جب محنت کرنے کا سلیقہ نہ ہو یا اپنی محنت کی
 نمائش کی استعداد نہ ہو اس واسطے کہ دنیا میں ایسے بہت سے محنتی نظر آتے ہیں کہ جو رات
 دن محنت ہی کے جوئے میں جتے رہتے ہیں مگر انکو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہے جو چھوڑ دیا
 محنت کر کے زیادہ نفع اٹھاتے ہیں سو اسکی وجہ ظاہر ہو کہ جو محنتی بہت محنت کر کے
 محروم رہتے ہیں انہیں صرف کوری محنت کا مادہ ہوتا ہے اور اپنی محنت کے اظہار
 کرنے اور دالینے کا سلیقہ انہیں کم ہوتا ہے یا انہیں ہوتا خلافت انکے تھوڑی محنت
 کرنے والے اور زیادہ نفع اٹھانے والے وہ ہوتے ہیں کہ جو اپنی تھوڑی محنت کو
 بہت دیکھا سکتے ہیں اور انکی مثال ویسی ہو جیسے ایک لہو ڈھوا اور سواری کے ٹھوکی

لہٰذا تو بوجہ نہونے خوش رفتار اور خوبصورت کے بھاری بوجھ بھی اٹھاتا ہوا چلتا
 فاصلہ سواری کا ٹھوٹو کرتا ہوا اتنی ہی مسافت قطع کرتا ہوا مگر نزل پر پہنچ کر باوجود
 اسکے کہ سواری کے ٹھونے ہلکا بوجھ اٹھایا تھا لہٰذا وہ چارہ روکھا سوکھا دانہ گھاس
 پاتا ہوا سواری کا ٹھوٹو ہری گھاس اور نفیس دانہ پاتا ہوا پس جو مزدوری حاصل
 کرنے کے واسطے محنت کرتے ہیں وہ محنت چاہو جیسی ہو ان محنتیوں کو یاد رکھنا چاہیے
 کہ محنت کرنے کا پورا سلیقہ ہو اور اظہار محنت کی پوری لیاقت ہو وقت کی قدر دانی ہو
 تاکہ آج کا کام دوسرے دن پر نہ اٹھائیں جو وقت پیش آئے اس سے گھبرانے میں
 اگر یہ سب امور محنت کے وقت مد نظر ہوں گے تو محنت نہ اٹھائیگی اور پوری اُرت بھی لگی
 کیا یہ دیکھنا نہیں جاتا کہ ایک بازگیر اپنی تیز دستی اور چستی و چابکی سی کے ذریعہ
 مٹھوڑی سی محنت میں ڈھیر یوں روپیہ لے لیتا ہوا اور جو اسکا اسباب بازگیری
 سر پر لادے پھر تاجر اسکو اسکا سولہواں حصہ بھی نہیں ملتا سو اسکی وجہ بلا ہوا
 کہ بازگیر کو اپنے فن میں کمال ہوا اور اظہار و نمائش اپنے فن کی لیاقت ہو خلاف
 دوسرے کے جو بوجھ اٹھانے کی محنت کے سوا اور جانتا ہی نہیں یا وہ لوگ جو
 دوا سازی کرتے ہیں اور اپنا روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں اور محنت بھی کرتے ہیں
 مگر انکو وہ نفع اور صلہ محنت نہیں ملتا جو ان دواؤں کا استعمال کرنا کسی
 مریض کو صرف تبلا کے روپیہ حاصل کرتے ہیں گو تیرکیا استعمال اوو یہ تبلا نہ دے
 بھی ضرور محنت کرتے ہیں مگر نہ ویسی جیسی بنانے والے اور ایسی ہی بہت سی
 نظیریں ہیں۔

کبھی کبھی ایک ہی قسم کے دو محنتی بھی دیکھائی دیتے ہیں کہ ایک تو رات بھر

محنت کے جنجال میں پھنسا رہتا ہوں دوسرا باغ میں گلگشت کرتا ہوں اور بازار کی سڑک پر
لیکن تحقیقات کے بعد کھل جاتا ہوں کہ جو رات دن محنت کی چکی گھماتا رہا تھا اسکو
حقیقت میں چکی چلانا نہ آتا تھا اس واسطے تھکا بھی اور ہاتھ بھی لوہو لہان ہوئے
اور کام آسکا تمام تنوا اور دوسرا چکی گھمانے میں نہایت تیز و ست اور متاق تھا اور
چکی گھمانے کی ترکیب کا ماہر تھا اور پچھلے دن کا اسکے پاس بقیہ نہ تھا اور نہ اگلے
دن کے واسطے اتھا رکھا تھا اور اسی واسطے ہر محنتی کو لا بد ہوتا ہے کہ جس محنت کو اختیار
کرے اسکی سہولیت کے دقائق اور نکات پر پورا ماہر ہو ورنہ نہ ہی محنت ہی سکے ہاتھ
لگیگی اور محنت کے ساتھ ہر محنتی کو ملحوظ رہے کہ اپنی محنت کا پرتا و اعتدال سے
زیادہ نہ لگے اور نہ ولیری اور محبت کو بیا صرت کرے بلکہ پائون اور دماغ پر تباہی
نہور دینا چاہیے کہ جتنے کی برداشت کا آئینہ تھل جو تاکہ وہ کمزور اور کمزور نہ ہو جائیں
عبادت ریاضت سعی کو شش اعتدال سے برگزیدہ نہ ہونی چاہیے اور جب تک
کام سے دل گھبرائے تو اسکی کام کرنے پر دل کو مجبور کرنا بھی غلطی ہے شیخ سعدی صانع نے جہاں یہ کہا ہے
نظر کر دم بچشم راے و تدبیر ندیدم بہر ز خاموشی خضای
و جان اپنی بند سو مند کی اصلاح بھی اسی کے ساتھ یہ فرما کر دی ہو

کہ گویم لب بند و دیدہ بر دوز	کہ باشد ہر مقامے را سقاے
زمانے بحث علم و درس تنزیل	کہ باشد نفس انسان را کمارے
زمانے شر و شطرنج و حکایت	کہ خاطر را بود و وقع ملائے
خداست آنکہ ذات پیشانی	نگرد و بر گز از حوائے بجائے

بہار

غرض کہ کسی ارادے کے انصراف اور کیسیلین اتنی محنت نہ ہونی چاہیے کہ اعضا

مضمحل ہو جائیں یا جبکہ وہ متحمل نہ ہوں جہاں تک وقت کے ضائع نہ کرنے کی تحریک اور حرکات اور دلیری سے یہ مقصد کے تکمیل کرنے کی عقلانے ترغیب دلائی ہو اسکا مطلب یہی ہو کہ انسان اپنی بساط سے زیادہ دلیری اور محنت کو کام میں نہ لائے اور نہ کسی کام کے انصرام کے لیے محنت شدید کی حاجت ہو بلکہ تمام کارنامے مشکل بلکہ محنت سے جو ستم ہو پورے ہو جاتے ہیں۔

بلکہ محنت اور ستم سے مطلب یہ ہو کہ جس کام کے انجام کا قصد ہو اس پر پوری توجہ سے محنت کرنا چاہیے مگر وہ محنت ایسی نہ ہو کہ رات دن برابر دل و دماغ یا ہاتھ پاؤں یا آنکھ اسی میں مشغول رہیں مگر جب طبیعت گھبراگئے دماغ پریشان ہو دل الجھے تو آنکھ مہلت دیکھائے اور انہیں افعال میں رہ مصروف کر دیے جائیں جنکی طرف آنکھ رجحان ہو تاکہ وہ آسائش پا کر تازہ ہوں اور بعد آسائش پا چکنے کے پھر جہاں محنت سے آنکھ فرصت دیکھتی تھی اسی میں مشغول کیے جائیں اور یہی عمل سوتیک جاری رہے کہ وہ کام پورا ہو جائے اور اسی کو محنت ستم کہتے ہیں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو بہت محنت کرتے دیکھ کر جو فرمایا تھا وہ قابل یاد رکھنے کے ہو۔ دس سو بیٹا اتنی محنت نہ کرے کہ تم خود محنت پر قربان ہو جاؤ، وہیں تک محنت کر کہ دل اور دماغ اور جوارح تم سے بغاوت نہ کریں اور نافرمان نہ ہو جائیں، یاد رکھو کہ انکی نافرمانی کا تم علاج نہ کر سکو گے، اس چند کو خاص آن لوگوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو اپنے اعضا اور جوارح کے سوا دوسروں سے بھی محنت لیتے ہیں اگر دوسرے محنتیوں کی برداشت کا پورا اندازہ نہ نہ کر سکیں اور برابر آفسے محنت ہی کراتے جائیں تو وہ بالکل رفتہ ہو جائیں گے یا نافرمانی پر آمادہ ہونگے ایک گھوڑے پر ہر وقت زین باندھا جاتا

اور اسکو ملت آسائش نہ دیا جائے تو یا وہ نکمٹا ہو جائیگا یا خفا ہو کر اٹیل بن جائیگا
ہر حال میں صحت اور سلامت کے خیال کے ساتھ محنت کرنا چاہیے مگر اس خیال میں
اتنا بھی ڈوبنا نہ چاہیے کہ روح کو افکار لطیف سے بیکار ہی ہو جائے اور دماغ اچھے
خیالوں سے خالی رہے کیونکہ اس حالت میں جسم آسائش طلب ہوگا اور جو نیک حکم
اسکو دیا جائیگا اس سے اسکو عدول ہوگا اور اگر اچھے اور مفید خیال اور ارا و روح
دماغ خالی کیا جائے تو بیکم فتنہ گوید خلا باشتہ محال۔ بری فکرین برے اراوے
روح اور دماغ کو لاحق ہونگے۔

اب ایک معنی کا حال جو ایک باپ نے اپنے بیٹے کو لکھا اور فرزند نے اس سے
جو فائدہ اٹھا کر باپ کو لکھا ان خطوط کے معانی میں بھی قابل لحاظ ہوشمندان
باریک بین ہیں اور وہ یہ ہیں۔ نور چشم من تھے سنا ہوگا کہ لالہ تیج بہادر نے جیسے
شراب پینے کی عادت سے اپنے کو خراب کیا کیا کیا فتور آنکے علاقہ اور کاروبار میں
ہوے اور جو انکی غفلت سے ہو کر نقصان پہنچا شاید وہ تھے نہ سنا ہوگا مگر اس خط
تھکو معلوم ہو سکیگا لالہ تیج بہادر نے بجائے اسکے کہ اپنے کو غافل قرار دیتے اپنے
کاروبار یوں پر وہی الزام دیا اور قرض خواہوں کے تقاضوں سے ناچار ہو کر لکھو
سا ہو کو اپنا آدھا علاقہ ٹھیکہ دیدیا اور پار کے علاقہ کے نوکر چاکر سب برخاست کر دیے
اور چور و پوہ لکھو سا ہو سے ملنا ٹھہرا اسکے لیے یہ قرار دیا کہ لکھو سا ہو سرکار کی مالگاری
ادا کر دیا کرے اور باقی روپیہ کو قرض خواہوں کے حوالہ کیا کرے چنانچہ لکھو سا ہونے
وہ شرح لگان جو لالہ تیج بہادر نے مقرر کر رکھی تھی کم کر دی اور اسوجہ سے چار سی پائی
لکھو سا ہو کے ٹھیکہ کی زمین بیکے لگان کی لبنی شروع کر دی اور اسجام یہ ہوا کہ سب

سجاری رعایا اسی کے حلاقہ میں جا بیسی اور اس حکمت سے لکھو مذکور نے جس قدر زمین افتادہ ہو گئی تھی ترود کرائی اور اس تعداد سے جسکے دینے کا لکھو نے لالہ سے وعدہ کیا تھا اپنی نکاسی دونی کر لی پھر اس بنیے نے لالہ کو دم دیا کہ بقیہ نصف علاقہ بھی اسی کے سپرد ہو جائے اور جس قدر بالفعل وہ علاقہ سے پاتے ہیں اسکا سوایا لین خیانت لالہ بیجا دینے منظور کر لیا اور لکھو کل زمین اسی پر تصرف ہو گیا چند روز ہوئے کہ میں لکھو کے پاس گیا تاکہ دیکھوں کہ اتنے بڑے علاقہ کا کیونکر وہ انتظام کر رہا ہے جس زمین اس کے گھر گیا ۱۵۔ مٹی کی تھی اور وہ پڑ پڑ پھلے میں اس کے بیان ہو پنا تھا جب میں لکھو کے گھر کے قریب ہو پنا تو میں اپنی غلطی پر متنبہ ہوا کہ غیر میں تو محنت کا عادی ہوں مگر لکھو سا ہو بڑا آدمی اور دولت مند ہے اس وقت کہ گرمی کی شدت ہو اور کوئل رسی پر ضرور وہ سوتا ہو گا اور مجھ کو پھر نا چڑیگا تو بھی میں اسی خیال کے ساتھ اس کے دروازے تک ہو پنا خلاف اپنے قیاس کے میں نہ دیکھا کہ وہ اسی دالان میں جہاں جاشے کے زونین وہ تھیم سے بیٹھا کرنا ہوا ورنہ لکھو بھی یاد ہو گا کہ وہ دالان کھٹا ہوا پر ب کے دروازہ پر بیٹھا ہوا لکھو رہا ہے نہ اسکو تند اور گرم ہوا کی پروا ہے نہ شدت گرمی کا خیال مجھے دیکھ کر اس نے اپنا کام ملتوی کیا اور نہایت بنشاشت سے باتیں شروع کیں مجھے نہ رگایا اور میں نے اس سے پوچھا کہ لالہ تم اتنے بڑے دولت مند ہو کر ایسے سخت موسم میں ایسے مقام پر جہاں مہا گرم کے رہنے کا بھی سامان نہیں ہو کیا لکھو رہے تھے اسے ہنسر جواب دیا کہ بندہ نواز ہم غنی اور کاروباری آدمی ہیں جو سرد گرم موسم سب یکساں ہو جتے دولت کو پڑا ہوا نہیں پایا ہے جیٹھ پسیا کھ کی دھوپ اور نہادون بجا دون کی برسات اور ماگھ پوس کے بادون میں گزارا کرتا ہوں اور نہایت کھڑکی گھڑی پہلے اپنی جیٹھ برا اور پھر

ٹھوہر لاد کر گاؤں گاؤں پھرے میں تب سو پیر پایا ہی اور جب اس شقت کو ہمارے
بدن نے جھیل لیا تو بہ نسبت اس کے تو اب بہت آسائش ہو سایہ میں بیٹھے ہیں پیچھے
ہمارے پوجہ نہیں جو صرف اپنے کاروبار کے حساب دیکھنے اور اس سے اتھاگ کرنے کی
تھوڑی سی تکلیف ہو سو وہی تو موجب آسائش اور راحت ہو ہنوز یہ باتیں ہو رہی تھیں
کہ اسکا لڑکا جسکی عمر اکیس برس کی ہو اور تم اسکو اچھی طرح جانتے ہو تین کوس سے پیدل
چل کر آیا اور بلا کسی تمسکایت کے پاؤں کی گر دھبڑا کے وہ بھی آ بیٹھا اور اپنے باپ سے
اس کھلیانوں کا حال جبین اسنے غلہ کی ٹائی کرائی تھی مفصل بیان کیا مجھ کو سچا
تعجب ہوا کہ لکھو سا ہونے اپنے وزندہ بند کی زحمت سخت کی پرسش کی جگہ اسکی
کارروائی پر چند اعتراض کیے آخر کو میں نے پوچھا کہ لا تم نوکر جا کر نہیں رکھتے کہ
وہ تمھارا کام ٹالیں اسنے جو جواب دیا اسکا ما حاصل یہ تھا کہ

نہ باشد کار سازان اکبس رکار خود جاتا ہماریدن نباشد احتیاجے پشت ناخر را

اور اپنے نوکر دن کی فہرست میرے رو برو رکھ دی اور بتلایا کہ بہت سے نوکر ہند
بہت سے جفاکش اور با سلیقہ اور کفایت شعار ہیں اور انکی بڑی منزلت میرے دل میں ہو
لیکن انہیں بچنے ایسے بھی ہیں کہ دیانت دار اور معافی تو ہیں مگر زمین اور سلیقہ نہ
سہیں ہیں اور وہ چار ایسے بھی ہیں کہ پتے سرے کے خوش سلیقہ اور فہیم ہیں مگر معنی
نہیں ہیں تاہم انکی بھی لیاقت سے میں مطلع ہوں اور انپر بھی میری نگاہ تفضل کی
مگر صاحب نوکروں کی نگرانی اور بڑے کارخانہ کے واسطے کوئی اگر منظم نہ ہو تو نہ نوکر ہی
اپنی خدمات کے انصرام میں سرگرم رہتے ہیں نہ حبیب انکا کوئی پورا قدر و ان سے
محنت ہی کر سکتے ہیں نہ وہ کارخانہ ہی چل سکتا ہو ایسے ہیں اپنے کاروبار کا منظم ہوں

اور حساب کا دیکھنا اور جمع خجے پر نظر کرنا سوا اسے میرے اور کون کر سکتا ہو میرے
 ایک کے بھی ہونہار معلوم ہوتے ہیں اور اس واسطے میں بنظر تعلیم آنکو بھی اسی قسم کے
 کام سپرد کرتا ہوں جو نوکر کرتے ہیں اور اسی طرح ان سے باز پرس کرتا ہوں اور جواب
 لیتا ہوں جیسے نوکروں سے تاکہ وہ خوب عادی اور شاق ہو جائیں اسکی اس تقریر پر
 میں نے نہایت آفرین کی اور پھر اپنی غرض کو پیش کیا اور پوچھا کہ تم نے کن تدبیروں
 تیج بہادر کے علاقہ کی آمدنی کو بڑھایا اور نفع اٹھایا اُسے کہا کہ تیج بہادر کی غفلت
 اُنکے نوکر چاکر بھی غافل ہو گئے اور رعایا کے حال سے بے پروا ہو گئے چنانچہ بہت سے
 کاشتکار دوسروں کے دیہات میں جا کر آباد ہوئے اور جب جوتے والے نریجے
 تو زمین افتادہ ہو گئی اور آمدنی میں کمی ہوئی تو بد سلیقہ نوکروں نے اُنکے لئے کو
 معنی اور معمول رعیت پر پھیلادیا اور اُنکا لگان بڑھایا اور اس طرح آنکو بھی تباہ
 جب میں نے علاقہ لیا تو میں نے کوئی نئی فکر یا انوکھی ریت نہیں کی جبکا لگان
 تیج بہادر کے کارندوں نے بڑھادیا تھا اُنکا وہی کر دیا جو پہلے تھا اور جوتہ میں
 افتادہ ہو گئی تھی اُسکو تو ہلکی شرح پر دینا لا بد تھا جب میری اس نیت سے رعیت
 مطلع ہوئی تو اُسکی شہرت ہو گئی اور جو پانچ شہر ہو گئی تھی وہ بلا سیری اور کسی فکر
 پھر آ بسی بلکہ اُنکے ساتھ نئی رعیت بھی آکر آباد ہوئی اور بہت سی زمین جو بدلتا
 افتادہ تھی اُسکا بھی تردد ہو گیا پھر اُسکے ساتھ رعیت کو جب قدر غلہ کی حاجت پونے
 اور کھانے کو پوتی تھی اور دوسرے مہاجروں اور بیویوں سے آنکو لینا ناگزیر ہوتا تھا
 وہ بھی میں نے دو فائدے سوچ کر اپنے ہی پاس سے دنیا شروع کیا اول فائدہ تھا
 کہ رعایا دوسرے کی دست نگر نہوا اور دوسروں کی لوٹ کھسوٹ سے بچے دوسرے

جو اوروں کو فائدہ ہوتا ہر وہ بھی کو ہوا اور رعایا بدل و جان میری ہوا خواہ ہو جائے
چنانچہ اس خیال کا نتیجہ بہت ہی اچھا ہوا اور جب میں نے دیکھا کہ رعایا کو میرے فرض
دینے سے بہت امن ہر تو میں نے اس سال کپڑا اور بھی آنکی ضروری چیزوں کی بہرانی
اپنے سر رکھ لی ہر تاکہ بلا وقت ارزاں اور ہلکے سود پر آنکو میسر کرے اور جتنا مجھے
فائدہ ہوا اسکا دو نا اپنی محنت و مشقت کا وہ بھی بھل جائیں اب اگر لالہ تیج بہادر
بعد انتضا سے میرا دپٹہ ٹھیکہ کو منسوخ کرینگے تو بھی جس قدر فائدہ آنکو اراضی سے
ہو گا مجھ کو آنکی رعایا سے ہوتا رہیگا اور وہ نام ہی کہ علاقہ کے مالک رہینگے اور میں
میں رعایا کا مالک رہوں گا اس واسطے کہ ساری رعایا تو میری کنوڑی اور دست نگر
ہو گی یہ حالات لکھو سا ہو سے سن کر میں دنگ ہو گیا آخر کو میں نے اسکی زحمت ہی
کی معذرت کی تو اسنے نہایت خوشی سے کہا کہ میرا کچھ زیادہ ہرج منین ہوا بلکہ میں
خوش ہوا کہ آپ نے میری محنت اور خوش فکریوں کو سنا اور ضرور ہی کہ آپ کو سنا
بھی نقل کریں اور ممکن ہو کہ میری سی محنت کرنے کی اوروں کو بھی رغبت ہو پیر
اصول یہ ہو کہ میں اپنے کو اپنے کاموں کا مصلح سمجھتا ہوں اور محنت سے کبھی نہیں
گھبراتا اور آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتا اور جب میری محنت سے تمک جاتا ہوں
تو منہ نہ منہ سوچا کرتا ہوں آپ جانتے ہیں کہ میں ایک ادنی آدمی تھا او
کچھ پونجی میرے پاس نہ تھی مگر محنت کا مادہ میرا تو ہی تھا اور میں نے پکا قصد کر لیا
کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں جو چاہیہ جو کچھ آئے مگر کرتا ہی جاؤں گا اور ہمیشہ ہر
دھیان تھا کہ میرے ہاتھ سے کسی کا نقصان نہ ہو اور جو کچھ مجھ کو نفع ہوتا تھا اسکو چھپا
اور خبر داری سے چھپاتا تھا اور میں سو سے میں فائدہ دیکھتا تھا بلا خوف و ملت کے

اختیار کر لیتا تھا اسی کا یہ پھل ہر جو پریشانی نے مجھے دیا اس وقت میں نے یہ کہتا ہوں
آپ نے نہ سنا ہو گا کہ کوئی بنیا چڑے کا بیوہ پار کرے مگر مجھ کو آسمان زیادہ نفع کی امید ہوئی
تو میں نے اُسکو بھی اختیار کر لیا اس وقت کی باتوں میں جو میرا لکھنا ملتوی ہو گیا جو
سو کچھ مضائقہ نہیں ہو قبل اُسکے کہ میں سوؤں پورا کر لوں گا اور صبح کو جب سو کر
اُٹھوں گا تو آج کا کچھ کام میرے پاس نہ ہو گا مگر جو کچھ کل باقی آجائے اور یہی وجہ ہو
کہ میں روز کا کام جو روز کر ڈالتا ہوں تو ہانکا رہتا ہوں اور لوگوں کی نگاہوں میں
کوٹھو کے پل کی طرح محنت کے جوے میں جتا بھی نہیں رہتا یہ حال سن کر میں سخت ہوا
اور اپنی رعایا کا لکھو کے علاقہ میں جا کر آباد ہونا سن کر اپنی غفلت پر بھی متنبہ ہوا
اور عرصہ سے خیال تھا کہ لکھو بھی لکھو کی جفاکشی اور ستندی پر مطلع کروں لہذا
اطلاعا حوالہ قلم کیا۔ بیٹے نے جب یہ خط پایا تو نہایت خوش ہو کر کہاں ہی تو جیسے
اس خط کو پڑھا اور اس مضمون کا جواب لکھا۔

قبلہ گانا۔ آپکا عنایت نامہ مجھے پہونچا اور لکھو ساہو کی کیفیت نے میرے خیالات
وہ کام کیا جو آئینہ پر طلعی کرتی ہے حقیقت میں لکھو ساہو لاکھوں میں ایک ہوا اور
آفرین کا مستحق ہوا اور میری رائے میں ہمارے ملک کے لوگوں میں اسکی سرگزشت
اس قابل ہو کہ لکھی جائے اور اپنی قوم اور اہل وطن کے روبرو وہ پیش کی جائے
میرے سامنے اس وقت بہت سی کتابوں کا ذخیرہ جو جنہیں براعظم یورپ کے کاروبار
آویسوں کی سوانح عمری لکھی ہوئی ہیں اور وہ نہایت کام کی ہیں مگر افسوس یہ ہو
کہ ہمارے ملک میں ایسے مراسم اور رواج کی پابندی ہے کہ چلوں کچھ کر ہی نہیں سکتے
ورنہ جہاں ایک قوم ایک خیال کے آدمی ہیں وہ ہر طرح دیانت اور محنت سے پہونچ

پیدا کرنے کی راہیں نکال سکتے ہیں۔ ہمارے ملک کی خلقت کی تقسیم جو اقوام پر ہو
 اُسے ترقیوں کے دروازے بند کر رکھے ہیں اور بڑا نقصان پیدا کیا ہے بڑھتی کالز کا
 نہ لہا رہی کر سکتا نہ لہا رکافرنڈ تیلی بن سکنا اور یہی وجہ ہے کہ حرفت صنعت ہمارے
 ملک کی کھو گئی اور رہی سہی بھی جاتی ہے تجارت کے واسطے بھی لوگ روٹی چوڑھین
 اور سمجھتے ہیں کہ تجارت بھی کرین تو اعلیٰ ہی قسم کی کرین لکھو سا ہو کی طرح گھری
 پیٹھ پر رکھ کر پھر نامعیوب اور صرف بنیوں کا شمار قرار دیتے ہیں افسوس ہے کہ طرح
 کی دشواری ہمارے موطنوں کو عاری کیے ہو اگر کسی دوست یا بزرگ سے کسی بڑی
 رسم و رواج کے چھوڑ دینے کی بحث یا گزارش کیا جائے تو اُسکے عوض گالیاں کھانے کے
 سوا اور سب لے دے ہو جاتی ہے حالانکہ کسی دین اور ملت میں نہ کسی پیشہ کرنے کی
 ممانعت ہے نہ مزاحمت ہے تو بھی صرف اپنے اپنے خیالات کے موافق کسی پیشہ کو برا کئی
 سمجھا سمجھ لیا ہے حالانکہ دوسرے ملکوں کے اعلیٰ درجوں کے بزرگوں کی جہاں
 دیکھی جائے تو کوئی تیلی افسر عتلا سمجھا گیا اور جو بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا وہ انجام کو
 وزیر ہو گیا ہمارے ملک میں جو سب سے برا پیشہ نوکری کا ہے اسی کو لوگ اچھا سمجھتے ہیں
 اور اسی کے سودے میں دیوانے ہو رہے ہیں حالانکہ آسمین کیا فلاح کی اسب
 کی جاسکتی ہے بہر حال جکو اُس وقت تک اپنی تنگی معیشت پر صبر کرنا ناگزیر ہے جب تک
 جہلوگ اپنے طریقہ حصول معاش کو تبدیل نہ کریں اور کسی پیشہ اور حرفت کو دلیل
 نہ سمجھیں اگر جہلوگ قہر کی تجارت کو باعث قیورکت اور اختیار پیشہ بڑے صنعت اور حرفت کو موجب
 عزت کا قرار دیں تو پھر دروازے فراخی رزق کے کھلنے لگنے اور ہمارے ملک کی اشیا بھی دوسرے
 بلاد میں جانے لگیں گی اگر آپ کو فرصت ہو تو میں لکھو سا ہوتے بھی جو لائق لائق لوگ گذرے ہیں

آئین سے بعض کا حال لکھوں مگر اندیشہ ہے کہ میرا لکھنا اور آپکا ملاحظہ یکساں ہوگا
 اس واسطے کہ ہمارے ملک کے آدمی بوجہ جبر و بند ہی اپنی قوم و قبیلہ کے کچھ نہیں کر سکتے
 لکھو ساہونے جو چہرے کا روزگار کیا تھا ضرور ہے کہ بہت سی جہاں پر چاروں ہی کی مفت
 کیا ہوگا اور انکے بجائے بندوں کو قانون کا نخرہ نوئی ہوگی ورنہ لینے کے دینے پر پکا
 امید ہے کہ جب آپ تحقیقات فرمائینگے تو میرے قیاس کو صحیح پائینگے۔

فرزند نے جو اپنے باپ کو خط لکھا ہے اسکے عالی معہوں کا اسکے واجب التسلیم ہونے
 جو نتیجہ سمجھا ہو وہ تو معلوم نہیں مگر خود مندان بالغ ہوش کے غور اور غور خوض کے لائق ہے
 وہ بیچارہ افسوس کرتا ہے کہ ہمارے ذاتی حقوق ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں
 اور جو کچھ واجب حقیقی نے ہم کو عطا کیا ہے اس سے اس وقت تک ہم کو استفادہ کرنے کا
 اختیار نہیں ہے جب تک ہماری قوم اور ہماری ملت کے آدمی ہم کو مجاز نہ کر دیں کیونکہ وہ
 سمجھدار و نوجوان افسوس نہ کرے اور آٹھ آٹھ آنسو نہ روئے اس واسطے کہ عقلاء و بزرگوار
 اس مقولہ کو جو ہزاروں عزت اور توقیر کے ساتھ آب زر سے لکھنے کے قابل ہو سکیں
 اپنے لیے آٹھ معلم اور حکیم ہوں اور جب تک اپنی مدد خود نہ کرے دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا
 برادری قوم۔ اہل محبت نے بگاڑ ڈالا اور اسکی جگہ یہ الفاظ قائم کیے۔ انسان کے لیے
 اسکی برادری قوم اہل محبت پیشوا ہے دین۔ بزرگان قوم معلم اور حکیم ہیں اور اپنی
 مدد کرنے سے ہر شخص معطل اور عاری ہے اور ہرگز اسکو جائز نہیں ہے کہ مطلقاً کسی
 برادری قوم۔ اہل محبت پیشوا ہے دین اور بزرگان قوم کاں بھی بلا سکے اور ہرگز
 ہرگز کسی طرح کسی حالت میں برادری قوم۔ اہل محبت پیشوا ہے دین اور بزرگان قوم
 کسی کی کامیابی میں کسی طرح کی مدد نہ کریں گے چاہے وہ در بدر مارا پیچھے نہ مگر ٹان پر

صلح اُسکو دیکھ کر بھیک مانگے، پھر بھلا کیوں وہ نوجوان افسوس نہ کرے کہ انسان کو جو شرف ملا تھا وہ چھین گیا اور وہ آدمی سے گھوڑا یا بیل نہ گیا نہ بھینس نہ بکرا نہ گائے نہ اونٹ نہ بکری نہ کبوتر نہ کبھی افسوس ہو کہ برادری قوم اہل صحبت پیشواے دین یہ نہیں سمجھتے کہ انسان کا عملی کاموں میں کوئی بھی کسی کا معاملہ نہیں ہو سکتا نہ انسان کے خیالات کی ترقی میں کوئی سہارا دے سکتا ہے شاید ممکن ہو کہ انسان کے اعمال اور حرکات کے روکنے کا تو چار طرف سے سامان مہیا ہو سکے اور قوم اور صحبت اور بادشاہ اور قانون اور شریعت سب مانع اور ممانعت نہ کرے احکام کی تعمیل کرانے والے ہو سکیں مگر اچھے اور نیک لوگوں کو تو قابض کرانے والے وہ نہیں ہو سکتے سچ ہو کہ قواعد صحبت اور برادری اور قانون شاپی اور آئین شریعت کے بموجب چوری کرنا ایک فعل مضموم اور مہیوب و جرم مستلزم السزا رویا جائے اور ممکن ہو کہ جسکے دل میں چوری کا بد خیال پیدا ہو وہ اندیشہ تعینک سے ظہور میں نہ آسکے مگر خلاف اُسکے جو خیال لوگوں کی نفع رسانی اور فیاضی کا کسی کے دل میں ہو اُسکو کون روک سکتا ہے لیکن جہاں تک روک سکے واسطے بھی آئین بنائے جائیں تو عمدہ خیال اور اچھی آئین گوئی کے دلوں میں کیونکر پیدا ہوگی۔

اندیشہ ہو کہ اہل صحبت و اہل قوم اور برادری پیشواے دین یہ بھی کہیں گے کہ وہ برے کاموں اور ناستودہ حرکات کے ظہور میں آنے کے مانع ہیں مگر نیک کاموں میں مزاحم نہیں ہیں لیکن جب وہ برے انصاف آئین گئے تو سمجھیں گے کہ جب ایک فیاض چاہتا ہو کہ وہ ایک خیرات خانہ قائم کرے تو اُسکی قوم اور برادری وغیرہ کیا فرمائیں گی غالباً سباز کرگی اور اُسکی مالی جہتی اور دریا ولی کی مدد ہوگی مگر بعد اُسکے جب وہ فیاض

یہ بھی اپنا ارادہ ظاہر کر لیا کہ اسکی فیاضی محدود نہ ہوگی اور بلا لحاظ ہر قوم اور ملت کے لوگ اس خیرات خانہ سے مستفید ہو سکیں گے تو کیا اسوقت بھی اسکی قوم اور برادری وہ تنہا خوان ہونگے یا معاً نفرین کا طوق اس کے لیے تیار کرینگے اور فی الفور اس کے مدعی ہو جائینگے کہ خیرات خانہ اسی کی قوم کے لیے محدود ہو اور جو وہ اصرار بھی کر لیا تو سال شریعت اور بیوتے پر بیوتے نہ ہونے لگینگے افسوس ہے کہ انسان کی ترقی اور خیالات کی شتائش کی باگ جو ہر انسان کے ماتھے میں ہونی چاہیے وہ زبردستی دوسروں نے چھین لی ہے اور تا وقتیکہ اپنے حقوق کے زبردست طالب کمباز نہ کر اپنے حقوق واپس لینے پر یہ کہہ کر رہے

رد و قبول خلق بہ کیسو نہادہ ام	زافرا رین کروہ زانکار فارغم
خند و ہاست و در نظر مرغ نکس	زاقبال بے نیاز ناو بار فارغم

نہ تلمین اور اپنی قوم اور صحبت کی پروا نہ کریں اور شریعت دین اور قانون سلطنت کی سرسبز روک سے بچ کر چل نہ نکلیں کہیں اپنی حقیت پر قبضہ نہ پاسکیں اور ان لوگوں کو جو اپنی حقیت پر قابض اور تصرف میں حوصلہ مساوات کا نہ کھینکے سمجھداروں کو چاہیے کہ اپنے معلم اور حکیم آپ نہیں اور اپنی مدد آپ کریں اور یقین کریں کہ جو کچھ بے ریا اور اچھی نیت اور خالص دیانت سے کریں گے اس میں کسی کی مزاحمت سے کوئی راز آنکوبش انگلی اور اگر خدا نخواستہ بھی کئی تو حاضی اور اتفاقی ہوگی اور بہت جلد وہ دیکھیں گے کہ ان کے ساتھی لگانا ان کے قدموں پر قدم رکھتے چلے آتے ہیں۔

باب ہفتم

جو کچھ آنکھوں کے سامنے ہو اسکو دیکھو اور جہاننگ کا وزن سے سنا جائے سنو اور چونہ
دیکھ سکونہ سن سکوا کے بھی دیکھنے اور سننے کی کوشش کرو

مکن بے بہرہ یا رب از قبول دل پائیم را | بندہ ہر چیز خوبان آب و قسین ز بانہم را

حرص جسکے معنی کسی چیز کا سخت نیاز مند ہونا ہر عقلا کے نزدیک ناروا ہے اور
بے شبہ جبکہ انسان ناجائز طریقے پر کسی شے کے حاصل کرنے میں مہو ہو جائے اور
اسکا نتیجہ رسوائی اور ذلت ہو اور عزت اور توقیر کے برباد ہونے کا سبب ہو تو کون
اچھا کیسا اسیلے کہ اگر ایک چمکتا ہوا ہیرا کوئی شخص دوسرے کے پاس دیکھے اور
اسکے حاصل کرنے میں ایسا خود رفتہ ہو جائے کہ راستی اور بددیانتی کی دیوہ میں
تمیز نہ کر سکے اور بلا اواسے معاوضہ ہیرے کے اٹالینے پر اپنی سعی کو مصروف کر دے
یا قید آئین معاشرت کو توڑ کے عزت اور حرمت کو یہ کہہ کرے

عزت کہ بود مویست کبر یا خزین | مشکل بدست آمد و از ان فروغ تبسم

بر باد کر دے یا بلا کا ناقوا عد خطا صحت اس مصرعہ پر غ یا تن رسید بجا مان
یا جان زتن برآمد عمل کر شیعے اور بطور جائز ہیرے کے حاصل کرنے کے لیے
دریائے سعی میں ڈوب جائے تو کیونکر حرص صفات و مہمہ میں نہ گنی جائے اور
قناعت جسکے معنی تھوڑے پر راضی ہونا ہر مدوح نہ ٹھہرے اور چونکہ قناعت کی صفت
پیدا ہونے سے انسان کفایت شعار ہو جاتا ہے اور اپنی احتیاجوں کو مختصر کرتا ہے
اسی لیے ضرور ہے کہ خاص و عام قناعت کو پسند کریں تو بھی دنیا میں کوئی بھلی سکا قائل
نہیں ہے کہ انسان حصول علوم و کسب فنون میں حریص نہ ہو اور اسکے تھوڑے سے

خیر

سیکھ جانے پر قانع ہو کر بیٹھ رہے بلکہ اطلبوا العلم کو کان بالحصین یعنی طلب کر و علم کو
 گو وہ چین میں ہو مشہور اور زبان زو جمہور ہی البتہ بعض کتب اخلاق میں مرقوم ہے
 کہ جس علم کے سیکھنے میں حرص جائز ہے اور جس کا چین تک سے حاصل کرنا ضرور ہے وہ
 علم دین اور خدا شناسی ہے اور وہ سات علوم میں مقید اور محدود ہے اول علم کلام -
 دوم اصول فقہ - سوم نحو - چارم صرف - پنجم لغت - ششم منطق - ہفتم علم کتب سماوی
 مگر ظاہر ہے کہ انھیں سات علموں سے تو خدا شناسی اور مصنوعات عجیبہ اور مخلوقات
 غریبہ کا دریافت کرنا ناممکن ہے۔ اگر صرف علم طب - علم جمادات - علم طبقات - علم کیمیائی
 کو علوم دین اور خدا شناسی سے جدا کر کے دیکھا جائے تو انسان کیونکر ان مصنوعات
 اور ترکیبات سے جو حق تعالیٰ نے جسم انسانی میں رکھی ہیں واقف ہو کر اور کس طرح
 ان نادار اور عیدہ خاصوں اور مخلوقات کو جو خاک میں ملی ہوئی اور دھتوں اور
 جڑوں اور پتوں اور بیوں میں چسپیدہ اور طبقات ارضی میں چھپی ہیں دریافت
 کر کے صدق دل اور اطمینان قلب سے یہ کہہ سکتا ہے نظم -

لوئی اے خداوند دنیا و دین	ضیاء بخش و لسا بنور یقین
روان بخش و خلاق روزی ریان	بہر ذی حیات از کمان و مہان
نمائندہ نژد و نعل و گہر	ز کوہ و ز کان و ز بحر و زہر
قدیرے کہ گستر و بر وے آب	بصناعی خویش فرش تراب
زنار و ز باد و ز خاک و ز آب	ز مرغ و ز ماہی و زخت و دوا
و گر ہر چہ بہت از بنا و اساس	ز روے حساب و ز روے قیاس
برائے بنی آدم آید بکار	بامرش ہمہ بر سر روزگار

اور کس طرح ان قوتوں کی جو حق تعالیٰ کی طاعت اور عبادت کے لیے

ضروری ہیں حفاظت کر سکتا ہو اور جب خدا شناسی اور اسکی عبادت کے لیے ان علوم کی بھی حاجت ہوئی تو کس طرح وہ علوم دین سے خارج ہو سکتے ہیں یوں ہی وہ علوم جسے انسان اپنے کھانے پینے اور آسائش کے متعلق احتیاجوں کے رفع کرنے کی استعداد حاصل کر سکے علم دنیا میں شمار ہو سکتے ہیں اس واسطے کہ جب انسان بھوکا اور پیاسا ہو اپنے اہل و عیال کے نفقہ میں مضطر اور متردد ہو اور انگو آسائش سے نہ رکھ سکے تو کس طرح وہ طاعت اور عبادت کی قدرت حاصل کر سکتا ہو غرض کہ جہاں تک علوم ہیں انہیں اگر غور کیا جائے تو سب ذریعے خدا شناسی کے ہیں اور سب سے حق تعالیٰ کی قدرت اور صنعی کا اطمینان انسان کو حاصل ہوتا ہے یہ بالکل دوسری بات ہے کہ فلسفہ یا کسی دوسرے علم سے ایک جاہل گمراہ ہو جائے اور آفریدگار عالم کے وجود کا منکر ہو جائے یا بہک کر یہ کہنے لگے کہ بلا صانع کے مصنوعات اور بلا خالق کے مخلوق ہو گئی ایسے ناصق بن کے حق میں تو یہ کہنا جا سکتا ہے کہ جب طرح آفتاب کے بہت دیکھنے سے دیکھنے والا اندھا ہو جاتا ہے تو اسکا دل بھی اسکے غلط غور نے تاریک کر دیا اور اسکی نافرمانی باعث ضلالت ہوئی اور اسکی مثال ایسے چور کی ہے جو روشنی پا کر اندھیرے میں چوری کرنے کا موقع پائے اور اسکے فعل کے ملامت کرنے والے چوری کا سبب دشمنی کو ٹھہرائیں بہر کیف علم کا حلیں نہونا اور اسکے تھوڑے حاصل کرنے پر قانع ہونا کسی طرح مدوح نہیں ہو سکتا اور کوئی علم مذہب میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر انسان ہر علم کی متعلق کتابوں کو پڑھے اور ان پر غور کرنے کا جو ضروری اور لازمی ہو عادی ہو تو ممکن نہیں ہے کہ روح انسانی جو فی الواقع اور در حقیقت ایک حکم آلہی نفس غصری میں موجود ہے مرئیات جناب باری کو آپس میں کشف نہ کرے اور اسکی طاعت پر راغب نہ کرے۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ بچوں اور جاہلون کی ابتدائی تعلیم کے لیے کتابوں کا ہونا اور
 انہیں کے ذریعہ ہے انکا سیکھنا ضرور ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ بدون کتابوں کے
 تعلیم کا شیوع ممکن ہے لیکن انکے سوائے انکھوں کے ذریعہ سے بدون کتابوں کے
 انسان بہت سی چیزیں دیکھ کر انکی اصالت اور مابیت کے سمجھنے کے لیے اپنے دماغ پر
 زور دے سکتا ہے اور جبکہ خود اسکا دماغ عاجز ہوتا ہے تو اسکے ہم صورت اپنی قوت نطق سے
 اسکو مدد دیتے ہیں اور اپنی سمجھی ہوئی باریکیوں کو بیان کر کے سمجھا دیتے ہیں واسطی
 رفتہ رفتہ اگر جسم اور ذہن کدورت عوارض سے پاک رہا اور عمر بھی خدا واد طویل ہوئی
 تو انسان تھوڑا کتابوں سے اور بہت اپنے تجربہ اور خیالات ذاتی سے حاصل کر سکتا ہے
 البتہ جو اشیا پیش نظر نہیں ہیں نہ ان لوگوں کے ذہن اور دماغ میں ہیں خلی آواز
 سنائی دے یا ایسے مضامین کہ جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں مگر انکے سمجھنے میں ذہن
 اور دماغ اسوقت تک قاصر ہوتا وقتیکہ سمجھ لینے کا سامان بھی پیش نظر ہو تو ضرور
 کہ وہ انکے طالب علم جانے جہاں سامان سمجھ لینے کا بھی موجود ہو اور جہاں اس
 مضمون کے سمجھا دینے والے حاضر ہوں۔ بیشتر جو حالات کتابوں میں لکھے ہوئے
 نظر آتے ہیں یا ایسی اشیا کی نسبت جو پیش نگاہ موجود نہیں ہیں کچھ بیان کیا جاتا ہے
 تو سامعین اسکو لیلی و مجنون کے قصے کی طرح خیال کر لیتے ہیں اور غور و فکر کو
 کام میں نہیں لاسکتے جیسے اگر ہندوستان میں یوہے پر ٹرین دوڑتی ہوئی دکھائی نہ
 دیتی تو اسکے حالات کے پڑھنے اور سننے سے ہندوستان کے رہنے والے صرف اس
 روایت پر جو انکی مقدس کتابوں میں مرقوم ہے یعنی ہندو تو راجہ اندر کے اور شیو کے
 اور سلمان تخت حضرت سلیمان پر جو ہوا پر روان تھا قیاس کر لیتے یوں ہی گزرتا رہتی

کیجئے نظر نہ آئے اور اسکی صلیت اہل انگلش نہ بتلا دیتے تو ہندوستان کے ایک سرے کے
 واقعات کا دوسرے سرے پر تھوڑی دیر میں بیان کیا جاتا کون سچ سمجھتا اور اگر بعد
 سنسنے کے وقوع آس واقعہ کا سچا بھی تھوڑے دنوں میں متحقق ہوتا تو سولے جاو کے
 اور کیا خیال ہوتا مگر جب بدسیات کے ساتھ ساتھ کتابوں کا لکھا ہوا مضمون پڑھا
 جاتا ہے تو آسانی سے ہر علم پر غور کامل اور توجہ کافی کرنے کا موقع ملتا ہے اور جس طرح
 جغرافیہ سیکھنے میں دنیا کے نقشوں سے مدد ملتی ہے ہر مضمون کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے
 بلا شک علوم کا حاصل کرنا انسان کی سیرت اور صورت کے آراستہ کرنے کے لیے
 نہایت ضروری ہے اور انسان کے حسن سیرت کو علوم سے ویسی ہی زینت ہوتی ہے
 جیسے حسینہ اور جلیلہ عروس کی زیور اور لباس فاخرہ وغیرہ سے تزئین کی جاتی ہے تو سمجھی نہ سزا
 دھوکا ہی دھوکا ہے کہ کوئی انسان جو صرف علم تو حاصل کر لے اور سچا سب صحبت میں
 رہ کر اپنے علم کے بھروسے پر شرافت کا دعویٰ کرے یا اپنے چہرہ و آبا کا نشان دیکر شرافت کا
 مدعی بنے اس لیے کہ شرافت نہ تو کوئی موروثی جائیداد ہے نہ آبائی دولت نہ حسب نسب
 منتقل ہوتی ہے نہ وضعی اور طر اوق ظاہری اسکا مبدع ہے بلکہ وہ ایک کنسٹیٹیوشن ہے
 اور اسکے طالب کو سب سے پہلے لازم ہے کہ اپنی احتیاجوں کو اپنے محاصل سے زیادہ
 نہ بڑھائے اور اپنی آمدنی کو احتیاط اور کفایت سے کام میں لائے اور اسکے بعد ان
 اخلاقوں کو جو شرافت کے لیے دیکار ہیں اپنی ذات میں جمع کرنا شروع کرے شک
 نہیں ہے کہ جو شخص شروع سے اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب رکھیگا وہ اپنی ذات میں
 وہ سب خوبیاں جو شرافت کے لیے ضروری ہیں جمع کر سکیگا وہ ہی خدا ترس ہوگا
 اسی کے دل میں احکام الہی کا اثر ہر وقت موجود ہوگا وہ ہی ایسا نیک چلن ہوگا

جو عقل اور تہذیب اور محنت کو عمدہ طریق سے برتے اور راست بازی اور اخلاق کو بطور کامل
 عمل میں لائے۔ جس مجموعہ اوصاف کو شرافت سے تعبیر کرتے ہیں وہ بے مثل خاصہ
 بلا صحبت عمدہ کے کسی کی ذات میں پیدا نہیں ہو سکتا اس لیے لازم ہو کہ ایک طرف تو
 انسان حصول اوصاف شریف میں ساعی ہو اور دوسری طرف تحصیل علوم میں
 مصروف ہو اور یقین کرے کہ اگر بوجہ شرافت نیک صحبت سے اسکے دماغ میں پوچھتی ہو
 تو اسکے قیام آسان نہیں ہو اور اسکی بقا کے لیے معجون علوم کی اشد ضرورت ہو مگر
 تحصیل علم کے ساتھ عمدہ صحبت اور لائق اور نیک چلن دوستوں کا دھونڈنا بھی
 ویسا ہی ضروری ہے جیسا ذی حیات کے لیے غذا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شرافت۔ دولت
 اور جاہ اور قبول اور فصاحت اور بلاغت سے پرانہیں ہو سکتی نہ حصول مراتب مذکورہ
 بالا سے کوئی شخص ظائق کی نگاہ میں اپنی عزت قائم کر سکتا نہ شریف بن سکتا نہ اپنے
 ہمجنسوں سے اپنی قدر کرا سکتا ہے مگر اصلی راست بازی واقعی دیانت اور ایسے
 اخلاق سے جس میں شائبہ کھوٹ کا نہ ہو اور اپنے ان افعال سے جو موافق افعال کے
 ہوں۔ اگر کوئی اسکے خلاف سمجھے اور خیال محال پیدا کرے کہ نری دولت اور حکومت
 شرافت پیدا ہو سکتی ہو تو اسکو لازم ہو کہ متوثری تکلیف کر کے کتابوں میں آن
 بزرگوں کا نام پڑھے جنہوں نے دنیا میں عزت پائی اور جنکے نام اب تک لوگوں کی
 زبانوں پر اغاز اور توقیر سے آتے ہیں پھر انہیں کتابوں میں دھونڈے تو معلوم
 ہو جائیگا کہ وہ کس کان کے جواہر تھے اور انکے جدو آبا یا خود انکا کیا پیشہ تھا
 یا کہ شہ نبرگوں کو چھوڑ کے آن لوگوں کو دیکھے جنکے نقارہ اغاز و شرافت کی
 دھمک خود انہیں کے کان میں آتی ہو اور جنکو وہ اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور

تب غور کر لین کہ آنکی ذات میں کون سے صفات مجتمع ہوئے ہیں جو آنکی تعظیم اور توقیر کرتے ہیں اور آنکی باتوں پر لوگوں کو بھروسہ اور اعتبار دلاتے ہیں اور کیوں انکے افعال اور اقوال پر شبہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی سبکے کہ شرافت کسی پیشے کے اختیار کرنے سے یا کسی طریقہ معمول میں اور آسائش کے عمل میں لانے سے ضائع ہوتی ہو تو یہ بھی غلطی ہوگی کیونکہ جو پیشے قواعد اخلاق اور دیانت اور راست بازی کے ساتھ اختیار کیے جائیں وہ ہرگز مذموم اور مطعون نہیں ہو سکتے بلکہ جلد طریقے کے معاش کے انسان کو منت اور احسان اہل دولت اور منصب سے بچاتے ہیں اور وہ ہم خود سری اور خلعت بے نیازی بن جاتے تخت آسائش کو نہیں پر ہٹلاتے ہیں اور محتسبوں کے طرح طرح کے پیشے کی تکے اعزاز کے باعث ہیں۔ ہر کوئی اپنی ہی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے کہ آستانہ صنعت خود ساز کی نقشہ کار خائے وسعت ہو تو منحل بافت باعث خواب راحت۔ درزی لباس عافیت اور سلامت ستیا ہو۔ نور بافت اور شعربافت درزیوں کے سینے کے واسطے طرح طرح کے کپڑے بنتا ہے۔ بڑھئی اور سمار سرے امن و امان میں مکانات کو بناتے ہیں۔ اور سردی اور گرمی زمانہ سے ہم سب کو بچاتے ہیں۔ لہذا عمدہ آلات بنا کر ذرائع حصول معاش اور سلامتی جان و مال میں جھکودہ دوتے ہیں اور منت شاہ و گدا بے نیاز رہ کر اپنے ہی اختیار سے اٹھتے بیٹھتے سوتے اور جاگتے ہیں یوں ہی ہر ایک پیشہ ور اپنا کام کرتے اور اپنی محنت کا صداقت اور دیانت سے عوض لیتے ہیں تو کیونکر آنکی شرافت کہو سکتی ہو۔ کیا ان لوگوں کے تیر ملاست سے جو حلقہ بندگی اور سلاسل احسان میں گرفتار اور مہربانی اور منت سے زیر بار ہیں ان کو تیار نہ

اور گسیاروں کی سپہ شرافت ٹوٹ سکتی ہو اور ان لاف و کزاف کی صداؤں سے
جو دون ہمتوں کے خوانِ نعت سے قوی ہو کر دو تک کو نجاتی ہیں راست باز مخلصی
شرعیوں کی شرافت میں کچھ بٹہ لگ سکتا ہو ہرگز نہیں۔

خیر انام حضرت بانی اسلام علیہ التمجید والسلام کے حضور میں ایک صحابی نے
چراغِ انصار سے تجھے اپنی تنگی معاش کی کیفیت عرض کی اس پر گزیرہ نفس
و آفاق نے یکمال حرمت و اشتقاق فرمایا کہ جو کچھ اسباب خانہ داری موجود ہو بلا قوت
لے آؤ چنانچہ وہ انصار نیک شعار بہ تعمیل حکم رسول مختار اپنے گھر گئے وہاں ہوا
ایک بندے کے جسکو وہ فرزندِ خواب کرتے تھے اور ایک کٹھری کے جس میں کھانا کھاتے
اور کچھ نہ تھا آن دونوں کو اٹھا لائے رسول اللہ نے حاضرین مجلسِ قدس سے
پوچھا کہ تم میں سے کوئی خریدار اس مال کا ہو تو ایک اور صحابی نے جو فی السجد
کفایت شعار تھے دو روپیہ کو دونوں چیزیں خرید لیں تب رسول الشکلیں نے آن
انصار سے فرمایا کہ دونوں روپیہ لیکر ایک سے کفایت اہل و عیال کا کرو اور دوسرے
ایک ککھادسی مول لو اور جگہ سے لکڑی کاٹو اور بیچو اور اسکی قیمت کو احتیاط سے
صرف کر کے پھر آنا بچاؤ کہ خدا اور کٹھری لے سکوں پس یکجا ان کشادہ پیشانی انصار نے
تعمیل حکم رسالت تاب شروع کی اور پندرہ روز کی محنت میں لکڑی کاٹنے اور بیچ
اٹھا لانے میں مشق بہم پہنچائی اور بابا احتیاج سے امان پاؤں یہ سن کر مسلمان کی
زبان میں طاقت ہو کہ کہ سکے کہ لکڑی کاٹنا اور بیچنا پیر لا کر لانا اور گھاس کا جو
استحسانا اور بازار میں بیچ کر انکساریا باعث کہ شرافت اور وفا فی مروت اور فضلِ نبوت
عرفی اور اہل محبت سے وجہِ فخر و دولت ہو۔

وہ لوگ جو بلا محنت اور اختیار وقت سوئی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جنگی کمربن
 اصنانوں کے بوجھ سے ٹیڑھی ہو رہی ہیں اور جو دوسروں کے اعضا کے معاوضہ کا
 چمکنا شیر مادر سمجھتے ہیں البتہ ان لوگوں کو جو محنت شاقہ کر کے اپنا کفایت پیدا کرتے ہیں
 لائق اپنی صحبت اور قابل محالہ کے نہ سمجھیں یا اپنے شیخی آمیز جھوٹے دعویٰ شرافت کے
 نشہ میں قابل حقارت گردانیں تو بعید نہیں ہوں اور اپنے آج کے کپڑوں کے مقابلہ میں
 آنکے میلے کپڑوں کو نگاہ نفرت سے دیکھیں تو ممکن ہو مگر آنکوں کو رہا لاشخاص کے
 تنقر اور طعن و طنز کی کیا پرواہ ہوگی اور ان لوگوں کی صحبت کی جو دوسرے مختون
 اصنانوں کے ہتھارے اپنی کمروں پر لاوے ہوئے ہیں شرکت کی کیا حاجت ہوگی
 آنکلی نیاں طعن کا روکنا دشوار ہو گا وہ کمال سچائی اور نرمی سے آنکلی خدمت میں
 عرض کرئیے۔

اور احم جو احم از مد و ہمت بلند	یعنی زبار منت کس خم ز گشتہ ام
اور اپنی شرافت کے قائم رکھنے اور اپنے بلند ارادوں اور جہتوں کے اٹھانے کے لیے جامی اور خالص سے شاعروں کے فصلح کو لوح خاطر پر لکھینگے۔ ایسا	
ہنرندان عالم را یکے پسند	ازین بیچارہ مے باید شنیدن
بکوه قاف رفتن پا برسنہ	وز انجا شک صد من آویدن
بہ آتشدان نورفتن نگوئند	ز پلک دیدہ آتش پا رہ چیدن
بدندان رخنہ در فولاو کردن	ز ناخن ماہ و رخا را بردیدن
بفرق سر نہادن صد شتر بار	ز مشرق جانب مغرب دویدن
بے بر جامی آسان تر نساید	ز بار منت و احسان کشیدن

یہ شعر غزنی کے ایک شاعر نے لکھا ہے جس کا نام میں نے یاد نہیں کیا۔

ایضاً از خالص	
<p>ز جام دہر ز ہر قہر خوردن بدست خویشین خون دل خود زمستان و بیا باہناے ملک بتابستان زگرماہناے مفرط بچندین پایہ نزد مرد تحقیق</p>	<p>بہ تلخی جان شیرین را سپردن بہ بزم دشمنان و ریشہ کردن چو آب از شدت سرما فسرودن میان باد و یہ لب آشنہ مردن بہ از حاجت بہ پیش خلق بردن</p>
<p>نوجوان اور اولوالعزم بالغ و نضال مرقوم بالا پر غور کریں گے اور سمجھیں گے کہ احسان اور منت اپنے ہم صورت کی آٹھانے سے کوئی بوجھد بھیجی نہیں ہو اور کچھ شک نہین ہو کہ اگر اپنے خلعت عزت و حرمت کو خلافتی کے منت کے وجہ سے وہ محفوظ رکھنا چاہیں گے تو کسی پیشہ اور صنعت کے اختیار کرنے کو موجب رسوائی نہ سمجھیں گے اور جو محفوظی تعلیم پا کر اپنی زندگی کی گزران کے لیے نوکری کا پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ کریں گے انکے لیے قبل اسکے کہ فیصلہ قطعی کر لیں نضال ذیل کا مطالعہ کرنا بھی مفید ہو گا۔ نظم۔</p>	
<p>دو قرص نان اگر از گندم ست و گراز جو بچار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع ہزار بار نکو تر بہ نزد ابن یمن</p>	<p>دو تاسے جامہ اگر کندہ است و گراز نو کہ کس نگوید از انجا بنخیزد انجا رو ز قہر مملکت کی قبا دو کیخسرو</p>
ایضاً	
<p>اگر دو گاو بدست آوری و مزرعہ بران قدر کہ کفایت معاش تو بشود</p>	<p>کچے وزیر و کچے را امیر نام کنی روی و نان جوین از جود و امانی</p>

ہزار بار ازان بہ کہ از پی خدمت

اکم بہ بندہی و برہم کے سلام کنی

اور جب تمام تر وہ غم اور فکر کر گئے تو کچھ شب بیدار ہو کر وہ اپنے میں ایسی ریت پیدا کر گئے کہ انکو جو کچھ دنیا میں رہنے کے لیے درکار ہو اپنی ہی قوت بازو سے اس حسن اور خوبی کے ساتھ پیدا کر گئے کہ نہ تو مست ظائق اٹھانی پڑے اور نہ بے بندگی میں گرفتار ہوں اور اس لیاقت کے متعلق علوم کو جہاں تک انکی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور جہاں تک کی آواز انکے کانوں میں پہنچ سکتی ہو اسکو سنیں اور جب نظر کا نام نہ آئے اور قوت سامعہ بھی قاصر ہو تو اور آگے بڑھیں پھر جو سنیں اور جو دیکھیں اس پر غور کامل کریں مگر یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ دیکھنے اور سننے کی ترغیب سے یہ مقصود نہیں ہو کہ اپنی یا اپنے والدین کی کمائی کے رہہ پون کی تحصیل کیا گھر سے نکلیں اور عجائبات کی فیس ادا کر کے اشیاء موجودہ خانہ نکد کو رجسٹر پٹ دیکھ کر ریلوے کے اسٹیشن پر جا پہنچیں اور کرایہ دیکر ٹکٹ لیں اور کسی نہایت گاہ میں جائیں اور دنیا بھر کی چیزیں دیکھ کر اور انکے حالات سن کر کیسے زر خالی کریں اور گھر کو پھر آئیں اور اس صرف کے بدلے کچھ بجز اسکے زلائیں کہ جو کوئی حالات عجائب خانہ اور عجائبات کا مستفید ہو اس سے کہیں کہ بھی عجائب خانہ میں جو گئے تو وہ ان زمانہ و مکان کے ہجوم پایا کہ دم گھبرا گیا اور ایسے عجیب و غریب جانوروں کے اجسام اور انسانوں کے بدن کے ڈھانچے دیکھے کہ جو دیر میں نہ ٹھنڈا اور جس خوبی اور ترتیب سے وہ رکھے تھے بیان نہیں ہو سکتے اور انکے دیکھنے کو جو بلج نازک اندام حسینہ گنگنام آئی تھیں وہ جو نظر ٹہریں تو یقین جانیے کہ ۵۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ

مہرِ رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

اور صاحبِ ناینگاہ کا کیا کنا ہو اسکی عمارت تو در حقیقت عظمت کا شانہ ہو
یا بون کیسے اندک اکھاڑا یا پری خانہ ہو مین تو بار بار اس قصرِ علی کو دیکھ کر دین
شعور ہو رہتا اور گنگنا تا تھا۔ ۵

یہ کن شک سیوا کا مکان ہو

زمین جسکی جاہم آسمان ہو

وہاں ایسی تہ اور دیکھیں کہ آنکے بنانے والوں کی تعریف میں زبانِ صرور
یقین جانیے کہ اگر وہ محکوم مل جاتے تو ہاتھ چوم لیتا اور وہاں جوشیا مار دے زنگار
میری آنکھوں نے دیکھیں انکی توضیع اور تشریح مین میری زبان کچھ مع بیان
قاصر ہو ایک ہو دو ہوں تو کچھ کہ بھی سکون طرح بطرح کے باجے بیٹھا ایک طرف
نہایت کے برتنِ اعجوبہ و زنگار دوسرے کمرہ مین اس لطافت سے بیٹھ ہوتے تھے
کہ انسان دیکھا ہی کہے اور یورپ کے کھلونوں کا کرد تو ایسا مرقع اثر انگ تھا
جسکو دیکھ کر بے ساختہ مین کہنے لگا۔ ۵

طاسات کا سا ہو سارا مکان

پرستان مین یہ تکلف کمان

سننے والے نے آئیے تو یہ کہا کہ آپ بڑے خوش بیان مین اور اشعار کے
چھپان کرنے مین جو آپ کو سلیقہ ہو شاید ہی کسی کو ہو اور بول مین خیال کیا
کہ اس دیکھنے سے تو نہ دیکھنا ہی بہتر تھا مفت زحمت سفر آٹھائی اور انگان
روپیہ کی تھیلی خالی کی نہ عجبائب خانہ سے کچھ فائدہ اٹھایا نہ ناینگاہ سے کوئی
خیال مضیہ لائے۔

اس اعتراض سے یہ غرض ہو کہ عجبائب خانوں اور ناینگاہوں
مین جانا فضول ہو اور انکا قائم ہونا بیکار ہو بلکہ انکا ہونا ضروری اور جہان

وہ ہون ومان جانا لازمی ہے اور ومان کی اشیاء عجیب اور صفت غریب کو نظر غور سے
 دیکھنا چاہیے اور توجہ کامل کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اپنی محنت کرنے اور سوچنے
 صرف کرنے کا عوض حاصل کرنا چاہیے اور سعی اور کوشش کرنا چاہیے کہ جو اشیاء
 ومان نظر آئیں ان سے بہتر نہیں تو وہی ہی اپنے ملک میں بن سکین یا ان کے رواج
 اپنے ملک کے باشندے فائدہ اٹھا سکین۔ وہ کون سی شے ہو کہ جو نظر آئے اور اسکی
 حقیقت کے دریافت پر توجہ مصروف کی جائے اور غور کامل سے سوچا جائے کہ وہ
 کس غرض سے بنائی گئی اور کس طرح بنی اور ہم کیونکر بنا سکتے ہیں اور اس سے کیا فائدہ
 اس وقت ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے تو سمجھ میں نہ آ جائے اور آئندہ دل میں اس
 خیال کے ساتھ عمدہ ترین عکس نہ پڑنے لگیں جن صاحبان بلند ارادوں کے
 دماغوں میں مقاصد عمدہ مجتمع ہیں اور جو اپنی تعلیم میں خود مصروف ہیں اپنے فرائض
 کہ جب وہ اپنی تعلیم کی غرض سے کسی عجائب خانہ یا ناٹیکا یا کسی ملک کے جانے کا
 ارادہ کریں تو پہلے تصفیہ کر لیں کہ وہ کیا سیکھنا چاہتے ہیں اور اسکو مخصوص کر کے
 اس کے سیکھنے کے لیے محنت ستر کرنے کا پکا ارادہ کریں تب کہ بہت کوشش کریں اور
 مقام مقصود کی راہ لیں اور ومان ہو چکر بھٹک نہ جائیں پہلے اپنے تصفیہ کیے ہوئے
 ارادے کو پورا کریں و بعد اسکے اگر کسی اور امر میں بھی سہی کرنے کا موقع ہو تو مناسبت
 نہیں اسکی بھی پوری تکمیل کریں الغرض شرف انسانی حاصل کرنے کے لیے
 انسان کو لازم ہے کہ مصنوعات آگنی کو اسعان نظر اور توجہ کامل سے دیکھے اور سہر
 پورا غور کرے اور انکد اور کان کے ذریعہ سے جو نہیں جانتا ہے اسکو سیکھے اور اپنی
 ذات میں اخلاقی صفات کو جمع کر کے اپنی احتیاجوں کے رفع کرنے کے لیے اپنے ہی

علم اور قوت کو کام میں لائے اور دوسرے اپنے ہم صورتوں کا اپنے کو دست نگر نہ بنائے اور جو کچھ اپنی محنت سے کمائے اسکو کفایت کے ساتھ صرف کرے اور جو بچائے اسکو اپنی قوم اور پروسیوں کی بھلائی میں لگائے اور اپنی ذات اور دولت سے اپنے ملک کے باشندوں کو فائدہ پہنچائے۔

خاتمہ

سرشوریدہ آوردہ امل از وادی محنون | شمی سازید از رنگ ملامت جیٹ و اما نا

اے حضرات نواب سر جارج کو سپر صاحب کے کھنڈ کی آواز سننے والو افسانہ کے مشرق سے مغرب کی جانب جاتے ہوئے دیکھنے والو دولت خدا داد اور دفاع اور ریاست کے مالکوں کو دیکھو کہ کتنا دن گزر گیا اور شام ہونے میں کیا دیر ہو چکی ہے فرمائیے کہ آپ کی اپنی محنت یا آپ کے ملک کے ان محنتیوں کی محنت کے پینے سے جو دریا بھرتے ہیں اُن سے کسی فرعر عافیت پہنچی جاتی ہو اور کن نالیوں اور چھوٹے وہ دریا خالی ہوتے ہیں اور آپ کے کھیتوں کا کیا حال ہو اور آپ کے سینچنے کے لیے آپ قبضہ میں کتنا پانی ہو آپ کے ملک کی دولت کہاں جاتی ہو اور آپ کی کمائی سے کون راحت پاتے ہیں اور آپ کو اسکی قدرت ہو کہ ان ستونوں اور جھرنوں کو جسے آپ کے عرق محنت کے تالاب سوکھتے ہیں بند کر سکیں اگر قدرت ہو تو سعی فرمائیے ورنہ کال پڑ جائیگا اور کچھ بنائے نہ بن آئیگا زیادہ نہیں تو اتنی تو کوشش کیجیے جتنی آپ اسوقت کرتے ہیں کہ جب کوئی آپ کے تالاب اور کنوئیں پر اپنا استحقاق قائم کر کے پانی لینے لگتا ہو یا آپ کے دولت خانوں کے مقابلہ میں اپنے لیے آسانی کی راہیں بناتا ہو اور آپ مزاحمت کا بندوبست کرتے ہیں یقین و باور فرمائیے کہ ابھی

بہت آسان ہو اور جو کچھ جایا د آپ کے پاس ہو اس سے سد باب کرنا آپ کے حیطہ قدرت میں ہو۔ فراخواب غفلت سے چوکیے۔ اپنی اوقات کی خبر داری فرمائیے انھیں عمر کو رایگانہ ہونے دیجیے پوچھا پاٹ تیر تھہر برت نماز روزہ طاعت عبادت الہی کے ساتھ ساتھ اپنی جان اپنے اہل و عیال کے سلامت رکھنے کے لیے اپنی عزت شرافت بچانے کی غرض سے تعصب عناد مذہبی کو چھوڑ دینے اپنے ملک کے تمام باشندوں کو ایک ہی قوم جانیں اس واسطے کہ

✓ اپنی آدم اعضا سے یک و یکراں کہ در آفرینش یک جوہر اند
اور اپنے آپ محبت اور اُلفت کو یہاں تک مصفا فرمائیے کہ ہندو کو مسلمان مسلمان اور مسلمان کو ہندو ہندو سمجھنے لگیں اور حرف دوئی کو آپ بھول کر خود یہ کہہ سکیں۔

✓ ملاز صافی باطن خود و اندر تو
کہ ہر طرف بزرگ خود پر آداب و شوق
یا بے تکلف اور بناوٹ آپ یوں فرمائیں

وسیدہ بیکتاری ماحول دوئی نیست
زنا چھوچھو صد دانہ کہ نام است
یا اس طرح ارشاد کریں
خا ہی بہ کہہ سو کن خواہی بہ ہونات
از اختلاف راہ چہ غم رہنا یکیت

اب آپ سب ملکر تفاق کے پہاڑوں کو اتفاق اور یکپہتی اور محبت دہیوی اور اُلفت ہوطنی کی گدالوں سے بچ و بن سے کھود ڈالیے اور اپنے علوم و فنون کی جایا د کو چوٹے پروائی اور عدم نگہداشت سے کھو گئی ہو تو ہوش دلائیے اور بچہ و کد سب ملکر فلاح تجارت حرفت صنعت کے در سے اور کارخانے دولت اور جایا د

ستفقت سے قائم کیجیے اور انہیں سکھائیے اور جو سکھایا سکوکام میں لائیے رواج
 دیکھیے جو کچھ آپ کو صحت و سلامت اور آسائش کے لیے درکار ہو اپنے ہی ملک میں
 پیدا کیجیے کیونکہ انھیں علوم اور فنون کے جہزوں سے آپ کی دولت کے دیاؤں کا
 پانی بلا حیرت و برکتی و دباؤ اور حکومت کے دوسرے ملکوں کو چلا جاتا ہے دیکھ لیجیے
 ہاتھ لگن کو آرسی کیا ہے جتنی اشیاء آپ کو روزمرہ درکار ہوتی ہیں انہیں بجز
 کھانے کی چیزوں کے وہ سب آپ کے ملک کے بازاروں میں کہاں کہاں سے ملتا
 آتی ہیں اور ان اشیاء کے آپ تک پہنچانے والے چاہے آپ ہی کے ملک کے
 رہنے والے ہوں انکو ان اشیاء کے لانے اور پہنچانے میں اس سے زیادہ نفع نہیں رہتا
 جتنا حال اور باربردار کو ایسے کہ اصلی نفع تو انکو پہنچتا ہے جو انکے مالک ہیں اگر آپ
 ان ملکوں میں جائیں جہاں سے آپ کی ضرورت کی اشیاء آتی ہیں تو نہایت آسانی
 دل نشین ہوگا کہ آپ کی دولت سے وہاں کے لائق اور محنتی باشندے کیا فائدہ
 اٹھاتے ہیں اور تب آپ کے خیال مبارک میں آجائے گا کہ تا وقتیکہ اپنی ضرورت کی
 اشیاء اپنے ہی ملک میں پیدا نہ کریں یا ایسی اشیاء کی فراوانی میں جو دوسرے
 ملکوں کے باشندے چاہتے ہیں کوشش نہ کریں یا ایسی چیزیں مہیا نہ کریں جنکو
 دوسرے بلاؤ والے دولت کے ساتھ بدلین ہرگز ہرگز ہمارے ملک کی دولت بھار
 قبضہ میں نہیں رہ سکتی۔ فقط۔

شکر یہ

میں نے اس مختصر کتاب کو لکھ کر جناب مسٹر چارلس نسفیلڈ صاحب بہادر
 انسپکٹر مدارس صوبہ اودھر کے حضور میں گزارنا جناب صاحب ممدوح نے

بہ کمال عنایت کتاب کو ملاحظہ کیا اور ارقام فرمایا۔

The M. S. has been well perused and examined and its contents have been much appreciated

اور تب میں نے بحضور جناب معالی القاب محبتہ خطاب نواب سر جابر
کو سپریر ونٹ سی بی کے سی ایس آئی سی ایسی آئی گزاریش کر کے اجازت
چاہی کہ جناب نواب مدوح کے نام مبارک پر اس کتاب کو معنون کروں
چنانچہ جناب نواب مدوح کی کمال اعزاز افزائی سے اس کتاب نے عزت مطلوبہ
پائی لہذا میں بہ کمال ادب شکریہ جناب نواب مدوح بجا لایا۔

المذنبید غلام حیدر

CALL No. { ۸۹۱۷۲۳۲ } ۵۳۹۸ ACC. No. ۵۲.۱
 AUTHOR ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱
 TITLE ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

۸۹۱۷۲۳۲
۵۳۹۸
۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱
۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

Date	No.	Date	No.

CKED AT THE TIME
 IE



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

